دینی تعلیم کا رسالہ
دینی تعلیم کا رسالہ
ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح
نمبر 7
مصنف
حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب سابق ناظم، جمعیۃ علماء ہند
منظور کردہ
مرکزی دینی تعلیمی بورڈ، جمعیۃ علماء ہند
الجمعیۃ بکڈپو
گلی قاسم جان، بلیماران، دہلی-۶

یداللہ علی الجماعۃ

جمعیۃ علماء ہند دھلی

دینی تعلیم

رسالہ نمبر

عقائد و عبادات

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ

چوتھے درجہ کی پہلی سہ ماہی کا

دینی نصاب

منظور کردہ:

دینی تعلیمی کمیٹی جمعیۃ علماء ہند

شائع کردہ

الجمعیۃ بکڈپو دھلی

قیمت 9.00

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

حمد

تعریف اُس خدا کی جس نے جہاں بنایا
کیسی زمیں بنائی کیا آسماں بنایا

پیروں تلے بچھایا کیا خوب فرش خاکی
اور سر پہ لاجوردی اک سائباں بنایا

مٹی سے بیل بوٹے کیا خوشنما اُگائے
پہنا کے سبز خلعت اُن کو جواں بنایا

خوش رنگ اور خوش بو گل پھول ہیں کھلائے
اِس خاک کے کھنڈر کو کیا گلستاں بنایا

میوے لگائے کیا کیا خوش ذائقہ رسیلے
چکھنے سے جن کے ہم کو شیریں[1] دہاں بنایا

سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی روشنی بھی
کیا خوب چشمہ تو نے اے مہرباں بنایا

---

[1] شیریں۔ میٹھا۔ دہاں۔ مونھ۔

سُورج بنا کے تو نے رونق جہاں کو بخشی
رہنے کو یہ ہمارے اچھا مکاں بنایا

پیاسی زمیں کے مُنہ میں مینھ کا چوایا پانی
اور بادلوں کو تو نے مینھ کا نشاں بنایا

یہ پیاری پیاری چڑیاں پھرتی ہیں جو چہکتی
قدرت نے تیری اُن کو تسبیح خواں[1] بنایا

تنکے اُٹھا اُٹھا کر لائیں کہاں کہاں سے
کس خوبصورتی سے پھر آشیاں[2] بنایا

اونچی اُڑیں ہوا میں بچوں کو پر نہ بھولیں
اُن بے پروں کا اُن کو روزی رساں[3] بنایا

رحمت سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں میسّر
ان نعمتوں کا مجھ کو کیا قدرداں بنایا

آبِ رواں کے اندر مچھلی بنائی تو نے
مچھلی کے تیرنے کو آبِ رواں بنایا

ہر چیز سے ہے تیری کاری گری ٹپکتی
یہ کارخانہ تو نے کب رائیگاں[4] بنایا

(مولوی محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی)

---

[1] تسبیح خواں۔ تسبیح پڑھنے والا [2] آشیاں۔ گھونسلا۔ [3] روزی رساں۔ روزی پہنچانیوالا
[4] رائیگاں۔ باطل۔ بے کار۔

نعت

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مُرادیں غریبوں کی بَر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا[1] ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگذر کرنے والا بد اندیش[2] کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد[3] کا زیر و زبر کرنے والا قبائل کا شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا[4] سے سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

---

[1] ملجا۔ پناہ گاہ۔ ماویٰ۔ ٹھکانا۔ والی، مددگار۔ سرپرست۔ آقا۔ مالک

[2] بُرا سوچنے والا، بدخواہ

[3] مفاسد۔ بُرائیاں۔ زیروزبر۔ اتھل پتھل۔

[4] حرا۔ مکہ معظمہ کی وہ پہاڑی جہاں پہلی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت[1] ہادی   عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی   اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت[2] و جبل نام حق سے

یہ سُنتے ہی تھرّا گیا سارا گلّہ   یہ راعی[3] نے للکار کر جب پکارا
کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق   زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اُسی کے ہیں فرمان طاعت کے لائق
اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ   جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ
اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم   اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم

مبرّا[4] ہے شرکت سے اُس کی خدائی
نہیں اُس کے آگے کسی کو بڑائی

(حالیؔ مرحوم)

---

[1] صوت ۔ آواز۔ ہادی ۔ ہدایت کرنے والا ۔ رہنما [2] دشت ۔ جنگل ۔ جبل ۔ پہاڑ ۔
[3] راعی ۔ گلہ بان ۔ گلہ کی حفاظت کرنے والا [4] مبرّا ۔ پاک ۔

ایمانِ مجمل و مفصّل

اسلام ۔ کفر ۔ توحید ۔ شرک اور اقسامِ شرک

ایمانِ مجمل:۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ
ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور
صِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ
صفتوں کے ساتھ ہے اور قبول کئے میں نے اس کے تمام احکام

ایمانِ مفصّل:۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ
ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر
وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ
اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ تقدیر اچھی ہو یا
شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ؕ
بُری اللہ کی طرف سے ہے اور اٹھائے جانے پر موت کے بعد۔

ھدایت:۔ (۱) کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت کا ذکر دینی تعلیم کے پہلے اور دوسرے رسالہ میں گزر چکا ہے۔ اُستاد صاحبان بچوں سے ان دونوں کلموں کو سن کر ان کا ترجمہ اور مطلب دریافت کریں اگر یاد نہ ہو تو دوبارہ یاد کرائیں پھر ایمان مجمل و مفصل کا سبق پڑھائیں۔

(۲) بچوں کو یاد کرائیں کہ ایمان کا مطلب ہے دل سے ماننا، زبان سے اقرار کرنا اور ملتے ہوئے پر عمل کرنا۔ مجمل یعنی مختصر اور مفصل یعنی تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہو کہ کس کس چیز پر (باقی صفحہ ۸ پر)

اُستاذ صاحب نے بچوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔
دیکھو خوب سمجھ لو جب تک کوئی شخص ان باتوں کو جو بیان کی گئی ہیں دل سے نہ مانے گا اور زبان سے ان کا اقرار نہیں کرے گا، وہ مسلمان نہیں ہوگا۔

ایک شاگرد: حضرت! اگر گونگا ہو زبان سے کیسے اقرار کرے گا۔

حضرت اُستاذ: وہ اشارہ تو کر سکتا ہے۔ پس جیسے اس کی تمام باتیں اشارے سے ہوتی ہیں، یہاں بھی اشارے کا اعتبار ہوگا یعنی اگر وہ ان باتوں کو مان لینے کا اشارہ کر دیتا ہے اس کو مسلمان کہا جائے گا۔

دوسرا شاگرد:۔ اچھا حضرت۔ اگر ہم کسی مرد یا عورت سے زبردستی کلمہ کہلوالیں تو درست ہوگا۔؟

حضرت اُستاذ:۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ایمان اور اسلام کا مدار اس پر ہے کہ دل سے مانے۔ جب زبردستی کہلوایا تو دل سے ماننا کہاں پایا گیا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ۔ دین میں زور زبردستی نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) ایمان لانا ضروری ہے کہ اس کے ماننے اور اقرار کئے بغیر مسلمان ہی نہیں ہوگا۔

(۳) اس کتاب کے مضامین کو حرف بحرف رٹوانا مفید نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ بات چیت اور گفتگو کے انداز میں بچوں کو سمجھائیں اور پھر بچوں کو اس کی مشق کرائیں کہ وہ اپنے انداز اور اپنے الفاظ میں ان مضامین کو کتاب دیکھے بغیر بتا سکیں۔ سیرت مقدسہ کے جو واقعات پڑھیں اُن کو قصہ کے طور پر بیان کر سکیں۔ بعض بعض جگہ حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے کہ اس کو یاد کرایا جائے۔ اس کا حفظ کرانا ضروری ہے اس طرح یہ بھی ضروری ہے کہ سوالات کے جوابات بچے بے تامل دے سکیں۔ حاشیہ میں جو باتیں لکھی گئی ہیں، اُن کو بھی بات چیت کی طرح بچوں کو یاد کرایا جائے۔

شاگرد:۔ اچھا حضرت اگر کوئی شخص ان باتوں کو نہیں مانتا یا ان میں سے کسی ایک بات کو نہیں مانتا اُسے کیا کہتے ہیں۔

اُستاذ صاحب:۔ ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔ اگر وہ اللہ کو ایک نہیں مانتا یا اللہ کے سوا کسی اور کی پُوجا بھی کرتا ہے، اُس کو مشرک کہتے ہیں۔

شاگرد:۔ اگر دل سے نہیں مانتا ہے۔ کسی دباؤ یا لالچ کی وجہ سے صرف زبان سے اقرار کر لیتا ہے تو اُس کو کیا کہتے ہیں۔

اُستاذ صاحب:۔ ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں۔

شاگرد:۔ اگر کوئی شخص خدا کو تو ایک مانتا ہے۔ لیکن وہ مثلاً فرشتوں کو یا نبیوں کو نہیں مانتا اُس کو کیا کہتے ہیں۔

اُستاذ صاحب:۔ ایسے شخص کو مُوحّد کافر کہتے ہیں۔

جماعت میں ایک کنارہ پر ایک لڑکا کھڑا ہوا تھا۔ سانولا رنگ دبلا پتلا اُس کا نام ھند تھا، اُس نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

حضرت ہمارے محلّہ میں ایک آدمی رہتا ہے وہ کہتا ہے کہ خدا تو ایک ہے لیکن اللہ کے سوا کچھ دیوتا ایسے ہیں جو اللہ میاں کے چہیتے ہیں۔ وہ اگر خوش ہو جائیں تو اللہ میاں بھی خوش ہو جاتے ہیں جیسے کسی بادشاہ کے وزیر اگر خوش ہو جائیں تو بادشاہ کو بھی خوش کر لیتے ہیں اسی لئے وہ ان دیوتاؤں کی پوجا کیا کرتا ہے ان کے نام بھی جپتا ہے اور اُن کے نام کی بھینٹ بھی چڑھایا کرتا ہے تو حضرت اس

---

[1] یعنی ایمان مفصل میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں اُن میں سے کسی ایک یا سب کو نہیں مانتا۔

[2] مُوحّد۔ توحید پرست۔ یعنی یہ ماننے والا کہ دنیا جہان کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ اُس کو کافر اس لئے قرار دیا جائے گا کہ وہ ایمان کی دوسری باتیں نہیں مانتا۔

شخص کو کیا کہیں گے۔

اُستاذ صاحب:۔ یہ شخص پکا مشرک ہے۔ جیسے مکّہ کے لوگ مشرک تھے۔ وہ بھی تو یہی کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے دیوتاؤں کی صرف اس لئے پُوجا کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں گے اور اللہ میاں کو ہم سے خوش کر دیں گے۔

دیکھو وزیر اور بادشاہ کی مثال یہاں نہیں چل سکتی۔ اس لئے کہ بادشاہ بھی وزیر جیسا انسان ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنے کام کاج میں وزیروں اور سکریٹریوں کا محتاج ہوتا ہے۔ اُس کو اُن کی باتیں ماننی پڑتی ہیں۔

لیکن اگر تم خدا کو کسی کا محتاج مانو۔ تو خدا کی (معاذ اللہ) توہین کر رہے ہو۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ سب اُس کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کی مرضی کے خلاف اُس کی بارگاہ میں کوئی دم بھی نہیں مار سکتا۔ اُس کا اگر اشارا ہو تو نبی اور ولی اور اُس کے پاک بندے سفارش بھی پیش کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ نہ چاہے تو کسی کی مجال کیا کہ ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے۔

ایک لڑکے نے جماعت کے بیچ میں سے ہاتھ اُٹھا کر اشارہ کیا کہ وہ بھی کچھ پوچھنا چاہتا ہے۔ اُستاذ صاحب نے دریافت کیا۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو۔

لڑکے نے عرض کیا۔ حضرت ہماری بیٹھک میں سلطان ٹیپو کا ایک فوٹو لگا ہوا تھا میاں عبداللہ جو ہمارے محلّہ میں رہتے ہیں وہ تاریخ کی کتابیں دیکھتے رہتے ہیں اُنھوں نے کسی کتاب میں سلطان ٹیپو کے کارنامے پڑھے تھے۔ وہ سلطان کے بہت معتقد ہو گئے ہیں جب وہ تصویر کے سامنے پہنچے تو انھوں نے بڑے ادب سے اُس کو سلامی دی۔ ایک اور شخص اُن کے ساتھ تھا وہ تصویر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر

کھڑا ہو گیا اور ڈنڈوت کرنے لگا۔ میں نے اُن کو منع کیا کہ یہ تو پُوجا کی بات ہے۔ کسی تصویر کی پُوجا ٹھیک نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے ہمیں ان سے محبّت ہے۔ ہم تو محبّت ظاہر کر رہے ہیں جیسے اگر زندہ ہوتے تو اُن کے سامنے بھی اپنی محبّت اور عقیدت کا اظہار کرتے۔ میں نے کہا اوّل تو اس طرح سلام کرنا یا ڈنڈوت کرنا جس سے ایک قسم کی پُوجا معلوم ہو زندہ کے سامنے بھی درست نہیں۔ اس لئے علماء کا فتویٰ[1] ہے کہ سلام کرنے کے وقت سر نیچا کرنا یا کمر جھکانا درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زندہ اور مُردہ میں فرق ہے۔ زندہ آدمی کو تو آپ خوش کرنا چاہتے ہیں اپنے دوست یا بزرگ کو خوش کرنے میں کوئی خرابی نہیں۔ بلکہ ثواب ہے لیکن مُردہ کے سامنے یا اُس کی تصویر کے سامنے اگر آپ ڈنڈوت کرتے ہیں یا مؤدب کھڑے ہو کر سلام کرتے ہیں تو یہاں کس کو خوش کر رہے ہیں یہاں تو آپ اس مُردہ کی یا تصویر کی پُوجا کر رہے ہیں، یہ کسی طرح بھی دُرست نہیں۔ اُستاذ صاحب نے اس لڑکے کی گفتگو سُنی تو بہت خوش ہوئے شاباشی دی اور فرمایا کہ اسی وجہ سے اسلام میں تصویر کو ناجائز قرار دیا گیا ہے کہ اس سے شرک کی بنیاد پڑتی ہے۔ عرب کے لوگ اسی طرح گمراہ ہوئے تھے کہ جب اُن کا کوئی بڑا مر جاتا تھا تو اُس کی مورتی بنا کر رکھ لیا کرتے تھے۔ اوّل اوّل بطور یادگار رکھتے تھے۔ پھر اُس کی پُوجا شروع کر دیتے تھے۔ اسی طرح مورتی پُوجا بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ خود خانہ کعبہ میں جو خدا ر واحد کی یادگار کے لئے بنایا گیا تھا ۳۶۰ بُت رکھ دیئے گئے۔

اِس لئے ان تمام باتوں سے بچنا ضروری ہے

---

[1] کہا جاتا ہے کہ اب زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ لوگ تعلیم یافتہ اور مہذب ہو گئے ہیں (باقی صفحہ ۱۲ پر)

اُستاذ صاحب کا جواب سُننے کے بعد ایک اور لڑکے نے کچھ عرض کرنے کا اشارہ کیا۔ اس کا نام ظہیر تھا۔

ظہیر نے کہا۔ حضرت ہمارے سامنے اب کئی صورتیں آئیں مثلاً ایک صُورت یہ کہ ایک کے سوا دو تین خدا مانے جائیں۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ ایک خدا بھلائی کا پیدا کرنے والا ہے ایک بُرائی کا پیدا کرنے والا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ مانا جائے کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تو ایک ہی ہے لیکن اللہ کے ساتھ کچھ دیوتا بھی ہیں جو نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں اور کسی کی طرف سے خدا کو خوش یا ناراض کر سکتے ہیں اور اس وجہ سے اُن کی پُوجا بھی کی جائے۔ تیسری صورت یہ کہ خدا کو ایک مانا جائے اور یہ بھی مانا جائے کہ اس کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا لیکن اس کے پاک بندوں یا بڑے انسانوں کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو پُوجا جیسا ہو تو کیا ان سب کو شرک کہا جائے گا۔

اُستاذ صاحب: بیشک ان سب کو شرک ہی کہا جاتا ہے۔ البتہ ان میں فرق قائم کرنے کے لئے پہلی صورت کو شرک فی الذات کہتے ہیں۔ دوسری کو شرک فی الصفات کہتے ہیں۔ تیسری کو شرک فی العمل۔ تینوں صورتیں ناجائز اور ممنوع ہیں۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ ان سب صورتوں سے اپنا دامن بچائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱) ہیں اب تصویروں یا مجسموں کی وجہ سے شرک کی بنیاد نہیں پڑ سکتی۔ جواب یہ ہے کہ بیشک زمانہ دنیا کے کاموں میں آگے بڑھ گیا ہے مگر دین اور آخرت کے کاموں میں برابر پیچھے ہٹ رہا ہے اور باتوں کو چھوڑ صرف عبادت اور پُوجا ہی پر نظر ڈالو۔ کیا یہی مہذب لوگ گرجا میں جا کر صلیب کی پُوجا نہیں کرتے۔ کیا مہاتما بدھ اور شری رامچندر اور کرشن جی کی مورتیاں موجود نہیں ہیں اور ان کی پُوجا نہیں کی جاتی غور کرو تو توحید پرستوں کی آج بھی تعداد بہت کم ہے

تم سمجھتے ہو کہ خدا نے بس وہی چیزیں پیدا کی ہیں جو تمہاری نظر کے سامنے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا کی مخلوق میں سے بہت تھوڑی چیزیں ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔

کچھ مخلوق ایسی ہے جس کا ذکر لوگوں سے سنتے ہیں یا کتابوں میں پڑھتے ہیں کچھ ایسی مخلوق ہے جو خوردبین سے نظر آتی ہے وہ ہر وقت ہمارے آس پاس موجود ہے۔ ہمارے سانس کے ساتھ بدن کے اندر اور باہر جاتی آتی ہے، لیکن خوردبین کے بغیر نظر نہیں آسکتی۔

اس کے علاوہ خدا جانے کتنی مخلوق ہے جس کو خدا ہی جانتا ہے۔ ہمیں اس کا پتہ بھی نہیں ہے۔

پس فرشتے بھی خدا کی ایک ایسی مخلوق ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ خدا کے پاک اور سچے بندوں نے۔ اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں نے، خدا کو ماننے والے تمام ولیوں اور بزرگوں نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کی صفتیں بیان کی ہیں۔ تمام مذہبی کتابوں میں اُن کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ "وہ نور کے بنے ہوئے ہیں۔ نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں۔ وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اُن کی غذا ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے بڑے فرمانبردار ہیں۔ اُس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ وہ گناہوں سے

سے پاک ہیں ۔ اُن میں گناہ کرنے کی طاقت ہی نہیں ۔ وہ قدرت کے اس بہت بڑے کارخانے میں (جس میں چاند ۔ سورج ۔ زمین ۔ آسمان ۔ سمندر اور پہاڑ مشین کے پرزوں کی طرح کام کر رہے ہیں) مختلف ڈیوٹیوں پر لگے ہوئے ہیں ۔ جن کو بغیر سستی و کوتاہی کے بلا چون و چرا انجام دیتے ہیں ۔ کچھ فرشتے بارش برسانے کے کام پر لگے ہوئے ہیں ۔ کچھ روزی پہنچانے کے کام پر کسی کے سپرد موت کا کام ہے اور کسی کے متعلق یہ ہے کہ خدا کے حکم سے ماں کے پیٹ میں بچّہ کی حفاظت کریں ۔ اور اُس کو غذا پہنچائیں ۔ یہ اندازہ مقرر کریں کہ اُس کی کتنی عمر ہوگی ۔ وہ بڑا ہوکر کیسا آدمی ہوگا ۔

کچھ فرشتوں کا کام یہ ہے کہ جو کچھ انسان کرتا رہے وہ اس کو لکھتے رہیں اور کچھ فرشتوں کا صرف یہ کام ہے کہ وہ خدا کا ذکر کرتے رہیں اور جہاں خدا کا ذکر ہو اُس کو سنتے رہیں ۔ غرض دُنیا میں جو کچھ تمہارے سامنے آتا ہے، فرشتوں کی پوشیدہ طاقت خدا کے حکم سے اس کے پیچھے کام کرتی رہتی ہے ۔ ہر ایک ڈیوٹی پر بے شمار فرشتے لگے ہوئے ہیں ۔ اُن کی پوری گنتی اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ۔ بڑے بڑے فرشتے چار ہیں[2] جن کے کام اور نام یہ ہیں :-

---

[1] چونکہ ہم مادی ہیں لہذا مادی چیزوں ہی کو اپنی نگاہوں ۔ خوردبینوں اور دُوربینوں سے دیکھ سکتے ہیں ۔ جو مخلوق مادی نہ ہو یا جس کی مادیت حد سے زیادہ لطیف ہو مثلاً جنات ۔ وہ ہمیں نظر نہیں آسکتے ۔ اساتذہ کرام یہ باتیں بچوں کو اپنی گفتگو میں سمجھا دیں ۔ یہ بھی بتا دیں کہ جنات آگ سے بنے ہیں مگر اُن کا مادہ اتنا لطیف ہے کہ نظر نہیں آتا اور نہ اُن کو دیکھنے کا کوئی آلہ اب تک ایجاد ہوا ہے ۔

[2] یہ بات خاص طور پر سمجھائی جائے کہ ان کے تمام کام خدا کے حکم اور اس کے ارادے سے ہوتے ہیں ۔ اپنی رائے اور اپنی خواہش سے کوئی فرشتہ کچھ نہیں کر سکتا

۱۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ۔ جو خدا کا پیغام نبیوں تک پہنچاتے رہے۔
۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام ۔ بارش اور روزی پہنچانے کا کام ان کے سپرد ہے۔
۳۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام ۔ موت کا کام ان کے سپرد ہے۔
۴۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام ۔ قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔

اُستاذ صاحب یہ تقریر فرما رہے تھے کہ "حامد" نے سوال کیا۔

حضرت ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو یہ ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو فرما دیتے ہیں ہوجا، وہ ہوجاتا ہے۔ پھر فرشتوں کی کیا ضرورت ہے۔

اُستاذ صاحب:۔ بیشک تمہارا سوال صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اسی طرح کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن شریف میں فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (سورۂ یٰسین) — اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ فرما دیتے ہیں کہ ہوجا وہ ہوجاتا ہے

مگر دیکھو اسی طرح اللہ میاں یہ بھی کر سکتے ہیں کہ بادل کے بغیر بارش برسا دیں۔ چاند اور سورج کے بغیر زمین کو روشن کر دیں۔ آگ کے بغیر کسی کو جلا کر بھسم کر دیں۔ اور بغیر پانی کے کھیتیاں پکا دیں۔ مگر اللہ میاں نے اس دنیا کا قاعدہ ہی یہ مقرر کر دیا ہے کہ جو کام ہوتا ہے اُس کے لئے کوئی سبب کوئی حیلہ۔ بہانہ پہلے پیدا ہوجاتا ہے۔ ہر ایک کام کا سلسلہ قائم کر دیا ہے۔ اس کے بغیر کوئی کام نہیں

---

[۱] احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے پاک بندوں یعنی اولیاء اللہ کا تعلق جو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام اس میں واسطہ ہوتے ہیں۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت ساتھ لے کر نازل ہوتے ہیں۔ الخ بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔ باب لیلۃ القدر۔ فصل ثالث۔

ہوتا۔ اسی لئے اس دنیا کو "عالم اسباب" کہتے ہیں۔

لہذا جس طرح ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہر ایک چیز کے لئے کوئی نہ کوئی سبب، کوئی ذریعہ یا بہانہ ضرور ہے۔ اسی طرح پوشیدہ طور پر بھی اُن کے لئے ذریعے اور سبب مقرر کر دیئے ہیں جن کو فرشتے انجام دیتے ہیں۔

مثلاً کسی شخص کے مرنے کا ظاہری سبب تو یہ ہے کہ کسی نے گلا گھونٹ دیا یا گولی مار دی لیکن مرنے کا پوشیدہ سبب یہ ہے کہ فرشتے نے جان نکالی۔

بارش کا ظاہری سبب تو یہ ہے کہ ہوائیں چلیں، بادل آئے، اور پانی برس گیا۔ لیکن پوشیدہ سلسلہ یہ ہے کہ فرشتے بادلوں پر مقرر ہوتے ہیں۔ جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے کہ پانی برسے وہاں فرشتے بادلوں کو پہنچاتے ہیں۔ اور پانی برسانے کی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔

ساجد۔ یہ فرشتے کہاں رہتے ہیں۔

حضرت اُستاذ:۔ سب جگہ رہتے ہیں۔ تمہارے پاس اور تمہارے ساتھ بھی رہتے ہیں۔

ساجد:۔ پھر نظر کیوں نہیں آتے۔

حضرت اُستاذ:۔ اس لئے کہ ہماری آنکھوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اُن کو دیکھ سکیں۔ تم ہی بتاؤ۔ تمہارے اندر جان ہے یا نہیں۔

ساجد:۔ ہے۔

اُستاذ:۔ کہاں ہے؟

ساجد:۔ ہمارے اندر ہے۔

اُستاذ صاحب :- کیا تم نے اپنی جان دیکھی ہے یا اس کو دیکھ سکتے ہو۔
ساجد :- اچھا میں سمجھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہماری جان خود ہمارے بدن کے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے حصّہ میں موجود ہے مگر ہم اُس کو دیکھ نہیں سکتے کیونکہ وہ بہت لطیف ہے۔ ایسے ہی فرشتے بھی چونکہ "لطیف" ہیں نظر نہیں آسکتے۔ لیکن حضرت ایک بات اور سمجھا دیجئے۔
بات یہ ہے کہ ہمارے کچھ پڑوسی دوست بہت سے دیوتا اور بہت سی دیویاں مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دیوتا پانی برساتے ہیں کسی کو وہ اولاد دینے والا دیوتا مانتے ہیں کسی کو مارنے والا۔ کسی کو بیمار کرنے والا۔ کسی کو اچھا کرنیوالا دیوتا مانتے ہیں۔ اسی لئے اُن کو خوش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں مثلاً اُن کے نام کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اُن کی پُوجا کرتے ہیں تو فرشتوں میں اور دیوتاؤں میں کیا فرق ہے۔
حضرت اُستاذ صاحب :- مسلمانوں اور غیرمسلموں کے عقیدے میں یہ فرق ہے کہ :-

"غیرمسلم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ دیوی دیوتا اُن کو نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں اور اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جو کسی کو مار سکے یا جلا سکے یا کسی کو بیمار یا تندرست کر سکے اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا لہذا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی پُوجا بھی درست نہیں ہے۔"

فرشتے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے

کرتے ہیں، خدا کے حکم کے سامنے دم نہیں مار سکتے ۔ وہ خدا کی مرضی کے بغیر نہ کسی کی سفارش کر سکتے ہیں، نہ کسی کی بُرائی کر سکتے ہیں۔ وہ گناہوں سے اور کھانے پینے اور سونے جاگنے کی تمام اُلجھنوں سے پاک ہیں۔ مگر اس کے باوجود اُن کا درجہ اِنسان سے بلند نہیں۔

خداوند عالم نے جب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا تو فرشتوں سے زیادہ اُن کو علم عطا فرمایا۔ زمین کی خلافت سے نوازا زمین اور آسمان کی تمام مخلوق کو اُن کے ماتحت کیا اور فرشتوں کو حکم فرمایا کہ وہ حضرت آدم علیہ السّلام کی تعظیم کریں۔

اب اگر انسان، انسان کی پُوجا کرتا ہے تو گویا افسر اپنے ماتحت کے سامنے سر جُھکاتا ہے۔ ایسا افسر خود اپنے اوپر بھی ظلم کرتا ہے کہ ماتحت کے سامنے ذلیل ہوتا ہے اور اُس مالک کی بھی ناشکری کرتا ہے جس نے اس کو افسر بنایا۔

پس فرشتے، جنّات یا دیوی، دیوتا۔ کسی طرح اس قابل نہیں کہ اُن کی پُوجا کی جائے۔ کیونکہ :-

۱۔ وہ بھی اِنسان کی طرح مخلوق اور محتاج ہیں۔
۲۔ وہ اللہ کے حکم کے بغیر اپنے آپ سے نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔
۳۔ ان سب کا درجہ اِنسان کے رُتبے سے کم ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مخلوقات میں سب سے افضل انسان ہے۔ اسی لئے اِنسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ لہذا انسان کو اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہ سر جُھکانا درست ہے اور نہ کسی سے مُراد مانگنا۔ یا کسی کے

نام پر بھینٹ چڑھانا جائز ہے۔ اسلام نے اِن سب باتوں کو حرام اور شرک قرار دیا ہے۔

سوالات

(۱) فرشتے کون ہیں اُن کا کام اور اُن کی غذا کیا ہے؟

(۲) بڑے بڑے فرشتوں کے نام بتاؤ۔

(۳) فرشتوں کی کیا ضرورت ہے؟

(۴) فرشتے کیوں نظر نہیں آتے؟

(۵) فرشتوں اور دیوی دیوتاؤں میں کیا فرق ہے؟

(۶) اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت یا اُس کے نام کی بھینٹ چڑھانا یا کسی سے کوئی مُراد مانگنا کیوں حرام ہے؟

رسالت، نبوّت اور وحی

دیکھو تمہارے ماں باپ ۔ تمہارے بزرگ تمہیں مدرسہ جانے اور اچھے اچھے کام کرنے پر کیوں مجبور کرتے ہیں ۔ بُرے کاموں اور بُرے کھیلوں سے کیوں روکتے ہیں ۔ تمہارے اُستاذ تمہیں لکھنے پڑھنے اور اچھی عادتیں اختیار کرنے کی کیوں تاکید کرتے ہیں ۔ تمہیں بدتمیزی کی باتوں اور بُری بُری عادتوں سے کیوں منع کرتے ہیں اس لئے کہ تم ناسمجھ ہو ۔ تمہیں بُرے بھلے کی پہچان نہیں انھیں تم سے محبت ہے، وہ نہیں چاہتے کہ تم لکھنے پڑھنے اور اچھے کاموں کے فائدوں سے محروم رہو، بُرے کھیلوں، بُری باتوں اور خراب کاموں میں پڑکر برباد اور آوارہ ہوجاؤ ۔ اور آگے چل کر اُن کے بُرے نتیجوں سے دُکھ اور تکلیف اُٹھاؤ اور ساری عمر ذلت وخواری کے ساتھ گذارو ۔ تو پھر بھلا اللہ تعالیٰ جس نے سارے انسانوں کو اپنی رحمت سے پیدا کیا ۔ انسان کی تمام ضرورتوں کا انتظام کیا ۔ دن کو کام کاج کے لئے روشن اور رات کو راحت اور سکون کے لئے اندھیری بنایا ۔ پیاس بُجھانے کے لئے میٹھا پانی اور پیٹ بھرنے کے لئے طرح طرح کے اناج، غلّے، میوے اور پھل پیدا کئے ۔ بیمار پڑے تو علاج کے لئے بھانت بھانت کی جڑی بوٹیاں پیدا کیں، ہر چیز میں کوئی تاثیر رکھی، کہیں سفر کرنا ہو تو ڈھنگ ڈھنگ کی سواریاں پیدا کیں ۔ بدن چھپانے کے لئے رُوئی اُون اور زیبائش کے لئے سونا چاندی ریشم اور حریر بنایا ۔ انسان کا دل بہلانے کے لئے رنگ برنگ کے پھول ننھے ننھے پودے اور طرح طرح

کی بوٹیاں اور پتیاں پیدا کیں، زمین کو سرسبز باغوں، ہرے بھرے جنگلوں سے اور آسمان کو چھوٹے بڑے چاند تاروں سے آراستہ کیا۔

اِنسانوں میں محبت اور ماں باپ کے دلوں میں شفقت ڈالی۔ بس جو اللہ میاں ساری مخلوق پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے، کس طرح ہو سکتا ہے کہ اِنسان کو بُری باتوں سے نہ روکے اور اچھی اچھی باتوں کا حکم نہ دے۔

بیشک اس کی محبت یہی چاہتی ہے اور اُس کی بے انتہا مہربانی کا یہی تقاضا ہے کہ وہ اچھی باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے منع کرے تاکہ ہم اچھی باتوں کو اختیار کر کے دین و دُنیا میں راحت، آرام اور عزت سے رہیں۔ اپنی نادانی سے بُری باتوں میں پڑ کر دین اور دُنیا خراب نہ کریں۔ ہمیشہ کے لیے ذِلّت اور عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔ پس سمجھو کہ اللہ میاں بڑی تاکید سے ہمیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔

تم کہو گے اللہ میاں کیسے حکم دیتے ہیں اور کس طرح منع کرتے ہیں۔ ہم نے تو اُنھیں کبھی منع کرتے یا حکم دیتے نہیں دیکھا۔

تو سُنو! تم جانتے ہو کہ دنیا کے بادشاہ جب اپنی رعایا کو کوئی حکم دیتے ہیں تو خود ہر ایک کے پاس جا جا کر کہتے نہیں پھرتے۔ بلکہ اپنے خاص افسروں[1] کے ذریعے اعلان کرا دیتے ہیں۔ بس اللہ میاں جو سارے بادشاہوں کے بادشاہ احکم الحاکمین

---

[1] کیونکہ یہ بادشاہوں کی شان کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ ہر ایک میں یہ صلاحیت بھی نہیں ہوتی کہ شاہی فرمان کو پوری طرح سمجھ سکے۔

بڑے شان والے ہیں اور جن کے آگے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی حقیقت ذرّہ برابر بھی نہیں کیسے ممکن ہے کہ سب سے الگ الگ کہتے پھریں۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ اپنے خاص بندوں کے ذریعے اپنے پیغام بندوں تک بھیجے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احکام انھیں خاص بندوں کے ذریعے انسانوں تک پہنچے۔ جب تم یہ قاعدہ سمجھ گئے تو اب یہ بھی یاد کرلو کہ اس پیغام بھیجنے کو نبوّت اور رسالت کہا جاتا ہے اور جو پیغام لاتا ہے اُس کو رسول، نبی یا پیغمبر کہتے ہیں۔ اور وہ بات جو اللہ تعالیٰ نبی کے دل میں ڈالتا ہے اور اُس کی زبان پر جاری کرتا ہے "وحی" کہلاتی ہے[1]۔ اللہ تعالیٰ نے نبی یا رسول ہر ایک ملک میں اور ہر ایک قوم کی طرف بھیجے۔

رسول یا نبی کا کام

رسول یا نبی کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغام ٹھیک ٹھیک بلا کسی کمی زیادتی کے بندوں تک پہنچا دیتا ہے جو اُن پیغاموں کو مان لیتے ہیں اُنھیں ثواب کی خوشخبری سُنا دیتا ہے جو نہیں مانتے اُنھیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہے اور خود اچھے کام کرکے اور بُرے کاموں

[1] حضرات اساتذہ بچّوں کو سمجھا دیں کہ کوئی بات جو نبی کے دل میں ڈالی جائے اُس کو وحی کہتے ہیں اور اگر نبی کے علاوہ کسی نیک بندے کے دل میں ڈالی جائے اس کو اِلہام کہتے ہیں۔ یہ بھی سمجھا دیں کہ کچھ ایسی باتیں ہیں جن کا مطلب نبی کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ نبی کے ہوتے ہیں وہ وحی "غیر منطوق" کہلاتی ہے اور اگر الفاظ بھی خدا کی طرف سے بتائے جائیں تو وہ وحی منطوق ہے۔ جیسے قرآن شریف کہ یہ اوّل سے آخر تک وحی منطوق ہے۔

سے بچ کر دکھا دیتا ہے تاکہ لوگ اُس کے کاموں اور اُس کی باتوں کو اپنے لئے نمونہ بنائیں اور ٹھیک اُسی طرح عمل کریں جس طرح اُس نے کرکے دکھلایا ہے۔

نبی اور رسول اِنسان ہوتا ہے

جب نبی اور رسول کا فرض یہ ہی ہوا کہ وہ اللہ کے پیغام پہنچائے اُن کو سمجھائے اور اُن پر عمل کرکے دکھلائے تو لازم ہے کہ وہ انسان ہو کیونکہ اگر نبی یا رسول انسان نہ ہو۔ مثلاً فرشتہ یا جن ہو تو اوّل تو اُن سے باتیں کرنا اور اُن کی باتیں سمجھنا اور اگر سمجھنے سمجھانے کی کوئی صورت نکل بھی آئے تو فرشتے اور جن انسانوں کی ضرورتوں، اُن کی خواہشات اور اُن کے جذبات سے نابلد اور سب سے بڑی خرابی یہ کہ اُن کے عمل اِنسان کے لئے نمونہ نہیں بن سکتے۔ کیونکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تو فرشتوں اور جنوں کے کام ہیں انسان یہ کام نہیں کرسکتا۔ اس لئے اللہ میاں نے ہر زمانہ میں اِنسانوں ہی میں سے ایک بلند فطرت کو اپنا پیغام بھیجنے کے لئے خاص کیا۔ اور اُسے نبی بنا کر تمام اِنسانوں پر بزرگی اور فضیلت دی۔

رسُول اور نبی کی شناخت اور معجزہ کی تفسیر

اب یہ بات کیسے معلوم ہو کہ یہ واقعی نبی ہے اور جو دعویٰ کر رہا ہے وہ سچ ہے۔ تو یہ بتانے اور ظاہر کرنے کے لئے اوّل تو اس کے اخلاق اُس کی عادتوں اور خصلتوں کو پیش کیا جاتا ہے کہ ایسا نیک، پرہیزگار کسی سے نہ ڈرنے والا۔ صرف اللہ کا خوف دل میں رکھنے والا۔ جو ہمیشہ سچ بولتا رہا کبھی جھوٹی بات نہیں کہی۔ کبھی کسی لالچ میں نہیں پڑا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کے بارے میں جھوٹ بولے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسی نشانیاں اور غیر معمولی

باتیں عطا کی جاتی ہیں جن سے دوسرے انسان عاجز رہیں عام لوگوں کو یقین ہوجائے کہ بیشک یہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ ایسی باتوں کو معجزہ کہا جاتا ہے۔

معجزے ہر زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے اللہ میاں اپنے نبیوں کو دیتے رہے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو یہ معجزہ دیا تھا کہ اُن کی لاٹھی اژدہا (بڑا سانپ) بن جاتی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو یہ معجزہ ملا تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ، پیدائشی اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیا کرتے تھے۔

ہمارے پیارے حضرت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم سے یوں تو بہت سے مُعجزے ظاہر ہوئے تھے۔ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوگیا۔ آپؐ کی مُبارک اُنگلیوں سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ تھوڑا سا کھانا بہت ہوگیا۔ معراج کی رات آپؐ کو تھوڑی سی دیر میں مکّہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ اور مسجد اقصیٰ سے عرش تک بھیجا گیا۔ ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ جنّت اور دوزخ کا معائنہ کرایا گیا۔ لیکن سب سے بڑا معجزہ جو اللہ میاں نے آپ کو عطا فرمایا وہ قرآن مجید ہے۔ جس کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کی مثل بھی نہ کوئی آج تک لا سکا، نہ قیامت تک لا سکیگا۔ یہ آج بھی ایسا ہی زندہ معجزہ ہے، جیسا کہ سینکڑوں برس پہلے جب وہ نازل ہو رہا تھا، زندہ معجزہ تھا۔ [1]

---

[1] اسی لئے قرآن حکیم سب سے بڑا معجزہ ہے کیونکہ وہ زندہ ہے۔ آج بھی دنیا کے سامنے ہے اور آج بھی وہ دنیا کے سامنے اعلان کر رہا ہے کہ اگر یہ کلام اللہ کا نہیں کسی انسان کا کلام ہے تو اس جیسا کلام پیش کرو۔ لیکن یہ تمام پُر رونق اور شان دار دُنیا جس کی رگ رگ میں ترقی گھُسی ہوئی ہے اس اعلان کے مقابلہ میں آج بھی ایسی ہی خاموش اسی طرح دم بخود ہے جیسے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں خاموش و دم بخود تھی۔ اس سے بڑھ کر اور معجزہ کیا ہوسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بیشک (باقی صفحہ ۲۵ پر)

نبیوں کے متعلق ضروری عقیدے[۵]

۱۔ نبی اللہ کے بندے اور انسان ہوتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے بندوں کو احکام پہنچانے کے لئے مقرر کرتا ہے۔

۳۔ اُنھیں کسی قسم کا لالچ نہیں ہوتا۔

۴۔ اُن کے دل میں بڑائی کا ذرہ برابر شوق نہیں ہوتا۔

۵۔ وہ سچے ہوتے ہیں جھوٹ نہیں بولتے۔

۶۔ وہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ انھیں معجزے عطا کرتا ہے۔

۸۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے پیغام بندوں کے پاس پورے پورے پہنچا دیتے ہیں۔ اُن میں کتر بیونت یا کمی زیادتی نہیں کرتے نہ کسی پیغام کو چھپاتے ہیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ انھیں غیب کی بہت سی باتیں بتاتا ہے۔

۱۰۔ وہ قیامت کے دن اپنی اُمّت کے گنہ گاروں کی خدا کی اجازت سے شفاعت کریں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) مُردے زندہ کر دیا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی مارنے سے ایک پتھر سے بارہ چشمے بہنے لگے تھے۔ بیشک یہ سب معجزے تھے مگر وہ ختم ہو گئے اب صرف تاریخ اور روایات میں اُن کا ذکر باقی ہے۔ لیکن قرآن شریف اسی طرح آج بھی معجزہ بنا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے معجزے سے بڑھ کر اور کونسا معجزہ ہو سکتا ہے۔ ۵ اُستاد صاحب ان عقیدوں کو حفظ یاد کرا دیں

نبی کی اطاعت تم یہ تو پڑھ چکے ہو کہ ہر نبی اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ لہذا اُس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور اُس کے بتائے ہوئے دین پر چلنا خدا کے حکم پر چلنا ہے۔ جو ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ پس جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانتے ہیں اور اُس کے دین پر چلتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور جو لوگ اُس کا حکم ماننے اور اُس کے دین پر چلنے سے انکار کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔ اور جو مسلمان ہو کر رسول کی تعلیم کے خلاف دین میں کوئی نئی بات نکالیں وہ بدعتی اور گمراہ ہیں اور ایسی نئی بات بدعت ہے۔

سوالات

(۱) رسالت کے کیا معنی ہیں؟

(۲) رسول کسے کہتے ہیں؟

(۳) رسالت کی کیا غرض ہے؟

(۴) رسول کا کیا کام ہوتا ہے؟

(۵) نبی اور رسول کا انسان ہونا کیوں ضروری ہے؟

(۶) معجزہ کسے کہتے ہیں؟

(۷) چند معجزے بیان کرو۔

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ کیا ہے؟

(۹) قرآنِ حکیم سب سے بڑا معجزہ کیوں ہے؟

ختم نبوّت اور خاتم الانبیا

آج جمعرات ہے۔ آج ، اکرہ کا دن ہے۔ یعنی اُستاذ صاحب طلبہ کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ علمی باتیں ہوتی ہیں۔ اُستاذ صاحب سوال کرتے ہیں طلبہ جواب دیتے ہیں اور کسی طالبِ علم کے ذہن میں کوئی بات آتی ہے وہ اُستاذ صاحب سے دریافت کرتا ہے تو اُستاذ صاحب اُس کا جواب دیتے ہیں اور اگر آج موقعہ نہیں ہوتا تو ایک دن مقرر کر لیتے ہیں کہ اُس روز اُس کا جواب سمجھائیں گے۔

آج ایک طالبِ علم نے جس کا نام "مناظر" ہے، اُستاذ صاحب سے سوال کیا:-

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی کیوں نہیں پیدا ہوا؟

حضرت اُستاذ صاحب۔ ضرورت نہیں رہی۔

مناظر نے بہت تعجب سے کہا۔ حضرت ضرورت کیوں نہیں رہی۔ ہر قسم کی بُرائی موجود ہے۔ بلکہ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ پھر ضرورت کیسے نہیں؟

حضرت اُستاذ:- بُرائی تو ہر زمانہ میں رہی۔ اس دنیا میں جیسے گرمی اور سردی ہے۔ اندھیری اور روشنی ہے۔ خوب صُورتی اور بدصُورتی ہے۔ کوئی ایک چیز کبھی بھی ختم نہیں ہو جاتی سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔ ایسے ہی حق اور باطل۔ خیر اور شر۔ بھلائی اور بُرائی۔ سچ اور جھوٹ بھی ہے۔ یہ عالَم

کچھ اسی طرح بنا ہے کہ خوبی اور خرابی دونوں ہی رہتی ہیں ۔ یہ ضرور ہوتا ہے کہ کبھی کسی جگہ ایک کی زیادتی دوسری کی کمی ہو جاتی ہے ۔ لیکن دُنیا سے ناپید نہیں ہوتی ۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السّلام کے زمانے میں دُنیا بُرائی سے خالی نہیں ہوئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دَور میں یہ کامیابی ضرور ہوئی کہ حجاز شریف سے کفر اور شرک مٹ گیا ۔ لیکن حجاز کے علاوہ تمام دنیا میں کفر ہی کفر تھا ۔ پس نبی کی ضرورت اس پر نہیں کہ دنیا میں بُرائی پھیل رہی ہے بلکہ نبی کی ضرورت کا مدار اس پر ہے کہ دین ناتمام اور نامکمل ہو یا سچے دین کی تعلیم دُنیا سے مٹ جائے ۔

تب بے شک نبی آتا ہے تاکہ خدا کے دین کی تعلیم کو پُورا کرے اور دین مٹ گیا ہے تو پھر زندہ کرلے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو پیغام دُنیا کو دیا گیا وہ "قرآن حکیم" ہے ۔

یہ قرآنِ حکیم خدا کے فضل سے بغیر کسی کمی زیادتی کے آج تک موجود ہے اس کے پڑھنے اور سمجھنے والے بھی موجود ہیں اور جس زبان میں یہ اُترا ہے وہ زبان بھی زندہ موجود ہے ۔ دُنیا کی تمام زبانوں سے مقابلہ کر رہی ہے ۔ خداوندِ عالم کا یہ اعلان ہے کہ یہ پیغام دین کی مکمل تعلیم ہے اور یہ ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح باقی رہے گا ۔ اس میں کبھی کوئی کمی زیادتی نہ ہوگی ۔ جس طرح آسمان پر آفتاب موجود ہے ، جو محفوظ ہے اور تمام دُنیا کو نور بخشتا رہتا ہے ۔ ایسے ہی دین کے

آسمان کا یہ آفتاب جس کا نام قرآن حکیم ہے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔[1] خدا اس کا محافظ ہے۔ لہذا جب تک یہ آفتاب موجود ہے نہ کسی دوسرے آفتاب کی ضرورت ہے نہ چاند تارے کی۔

مناظر:۔ کتابیں تو اور بھی موجود ہیں۔ توریت انجیل وغیرہ آسمانی کتابیں اب بھی موجود ہیں۔ اُن کے پڑھنے والے اور ماننے والے بھی موجود ہیں۔ تو اُن کے ہوتے ہوئے اگر قرآن شریف نازل ہو سکتا تھا تو قرآن شریف کے بعد کوئی اور پیغام کیوں نازل نہیں ہو سکتا؟

حضرت اُستاذ:۔ اس لئے کہ ضرورت نہیں۔ کیونکہ تورات اور انجیل آسمانی کتابیں ضرور تھیں۔ مگر نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا اعلان تھا کہ یہ کتابیں ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رہیں گی اور نہ یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ان کتابوں سے دین کی تعلیم مکمل ہو گئی۔ اس کے برخلاف قرآن شریف میں یہ اعلان

---

[1] جس طرح یہ فرشِ خاکی جس کو زمین کہتے ہیں تمہاری تمام ضرورتوں کا خزانہ ہے۔ اسی سے غلہ اگایا جاتا ہے جو تمہاری غذا ہے۔ اسی سے پانی نکالا جاتا ہے اسی سے تمام پھل اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سے سونا چاندی۔ تانبا۔ پیتل۔ لوہا۔ ابرک۔ الونیم۔ تیل۔ پٹرول اور کوئلہ نکالا جاتا ہے جس پر دُنیا کے تمدن اور ترقی کی تعمیر ہو رہی ہے۔ ایسے ہی یہ قرآن تمام رُوحانی ضرورتوں، اخلاقی کمالات۔ سیاسی اُصول اور امنِ عالم کے قوانین کا خزانہ ہے جس سے ہر ایک رُوحانی اور اخلاقی ضرورت پُوری کر سکتے ہیں۔ ہر ایک سیاسی سوال حل کر سکتے ہیں۔ امنِ عالم اور عدل و انصاف کا قانون سیکھ سکتے ہیں۔ پس جس طرح اس زمین کے ہوتے ہوئے کسی دوسری زمین کی ضرورت نہیں اسی طرح اس خزانہ کی موجودگی میں کسی دوسرے خزانہ کی جستجو سے ہم بے نیاز ہیں۔

بھی ہے کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ اور یہ بھی اعلان ہے کہ تمہارا دین مکمل ہوگیا۔ چنانچہ غور فرمایئے :-

(۱) نام لینے کو توریت اور انجیل وغیرہ موجود ہیں مگر اصل کتابیں آج ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتیں۔ صرف اُن کے ترجمے ملتے ہیں۔ اُن میں بہت کچھ فرق ہے، اُن کے مطلب کچھ سے کچھ کرلئے گئے ہیں۔

(۲) وہ اصل زبان جس میں یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں آج دُنیا میں کہیں نہیں بولی جاتی۔ لوگ پڑھ پڑھا کر اُن کو سیکھتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسی سیکھی ہوئی زبان کو اتنی آسانی سے نہیں سمجھا جاسکتا جس طرح اس زبان کو سمجھا جاتا ہے جس کے کروڑوں بولنے والے موجود ہوں جو اس کے ہر محاورے کو استعمال کرتے رہتے ہوں اور ہر محاورہ کے موقع محل سے واقف ہوں۔

(۳) توریت انجیل وغیرہ کی سندیں موجود نہیں۔ اس کا بھی یقین نہیں کہ یہ کتابیں اپنی اسی حالت پر ہیں یا اُن میں تبدیلیاں ہوگئی ہیں۔ اس کے برخلاف قرآن شریف جس طرح نازل ہوا، اُسی طرح موجود ہے اس میں ایک نقطہ اور شوشہ کا بھی فرق نہیں ہوا۔ لاکھوں کروڑوں قرآن شریف ہر جگہ مل سکتے ہیں۔ لاکھوں انسان ہر زمانہ میں اس کے حافظ ہوتے ہیں جن کو پُورا قرآن شریف اوّل سے آخر تک یاد ہوتا ہے۔ ہر سال رمضان شریف میں تراویح میں

لہ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ٥ (سورۂ حجر پہلا رکوع)

بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اُس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

پورا قرآن سُنایا جاتا ہے۔ اگر زیر زبر کی بھی غلطی ہو جاتی ہے تو دوسرے حافظ فوراً ٹوک دیتے ہیں۔ اس طرح پُورے قرآن شریف میں کسی قسم کا کوئی فرق پیدا نہیں ہو سکتا۔[1]

(۴) توریت و انجیل خاص خاص زمانہ میں خاص خاص قوموں کے لئے نازل کی گئی تھیں۔ اور قرآن شریف تمام دُنیا کے لئے دُنیا بھر کے تمام انسانوں کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ وہ تمام جہان کے لئے نُور ہے۔ ہدایت ہے۔ شفاء ہے۔ رحمت ہے۔

(۵) اور کتابوں میں تمام باتیں مکمل طور پر نہیں بیان کی گئی تھیں۔ قرآن شریف میں دین کے متعلق تمام باتیں کھول کھول کر مکمل طور سے بیان کر دی گئی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا ہے کہ اب دین مکمل ہو گیا۔[2]

---

[1] چونکہ الفاظِ قرآن کی حفاظت ایک اہم ترین فریضہ ہے اور منشار خداوندی یہ ہے کہ یہ پیغام انھیں الفاظ، انھیں حرکات و سکنات کے ساتھ محفوظ رہے اس لئے اس کی تلاوت، اس کا حفظ کرنا اور بار بار پڑھتے رہنا افضل ترین عبادت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن حکیم کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے مثلاً اگر الٓمٓ پڑھا جائے تو الف پر دس نیکیوں کا۔ لام پر دس نیکیوں کا اور میم پر دس نیکیوں کا ثواب ملیگا اور اسی طرح تلاوتِ قرآن شریف کے بے شمار فضائل احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔

[2] یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات۔ صفات۔ عبادات اور اخلاق۔ معاشرت اور اصلاح عالم کے متعلق خداوندی تعلیم مکمل ہو گئی۔ ایک سوال ہو سکتا ہے کہ آج بھی نئی نئی ایجادیں ہو رہی ہیں۔ نئی نئی تحقیقات سامنے آ رہی ہیں۔ پس کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ دین مکمل ہو گیا۔ ؟

حضرات اساتذہ اس کا جواب دیں کہ تمام تحقیقات مادّیات سے متعلق ہیں۔ اور آج دنیا میں جو کچھ ایجادات ہیں وہ مادّی ہیں۔ نبی کا تعلق رُوحانیت سے ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کی ذات و صفات۔ خدا تک پہنچنے کا طریقہ عبادات۔ اخلاق اور معاشرت۔ اور ان امور میں دُنیا ترقی تو کیا کرتی اور پیچھے جا رہی ہے۔

اس کی تفسیر کے لئے ایک مثال سمجھ لو۔

تمہارے مدرسے میں بہت سی جماعتیں ہیں۔ آخری جماعت پر جاکر تعلیم پُوری ہوتی ہے اور آخری سند ملتی ہے۔ آخری جماعت کی کتابیں بھی آخری مانی جاتی ہیں اور اُس کے اُستاذ بھی سب سے بڑے اور سب سے آخری اُستاذ مانے جاتے ہیں۔

اسی طرح دین کی تعلیم بھی سمجھو۔ اللہ کی ذات۔ صفات۔ عبادت اور اخلاق کی باتیں جو دوسرے انبیاء علیہم السّلام نے بتائیں وہ ایسی تھیں جیسے پہلی دوسری جماعت کی یا چھٹی ساتویں جماعت کی تعلیم ہو۔ وہ تعلیم اس جماعت کے لحاظ سے صحیح، برمحل اور پُوری ہوتی ہے۔ لیکن آخری جماعت کے لحاظ سے ناقص ہوتی ہے۔ اسی طرح اور انبیاء علیہم السّلام نے جو تعلیم دی وہ اُس زمانہ کے لحاظ سے صحیح، درست اور مکمل تھی۔ لیکن اُس کی آخری تکمیل آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دَور میں قرآن حکیم کے ذریعہ ہوئی۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ

آج میں پُورا دے چکا تم کو تمہارا دین اور پُورا کیا

عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ

تم پر میں نے اپنا احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے

دِیْنًاؕ

دین اسلام

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین مکمل ہو چکا دین کی تعلیم مکمل ہو چکی۔ خدا کا پیغام جو آنحضرت صلی اللہ وسلم پر نازل ہوا وہ مکمل پیغام ہے جو آج تک محفوظ ہے اور ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ لہذا آپ کے بعد نہ کسی نبی کی ضرورت رہی نہ کوئی نبی آیا اور آپ کے بعد کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں نبی ہوں یا کسی کو (معاذ اللہ) نبی ماننا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن حکیم کو مکمل اور محفوظ کتاب اور اس کی تعلیم کو دین نہیں سمجھ رہا ایسا شخص نبی تو کیا ہوتا کھلا ہوا کافر ہے کہ قرآن شریف کے صاف صاف اعلان کا انکار کر رہا ہے۔ (معاذ اللہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدے[1]

(۱) آپ اللہ کے بندے اور کامل انسان ہیں۔

(۲) آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

(۳) آپ گناہوں سے پاک ہیں۔

(۴) آپ پر خدا نے قرآن مجید نازل فرمایا

(۵) آپ کو خدا نے شب معراج میں آسمانوں پر بلایا اور جنت دوزخ وغیرہ کی سیر کرائی اور اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا۔

(۶) آپ کو اللہ تعالیٰ نے معجزے عطا کیئے۔

(۷) آپ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت بہت کرتے تھے۔

---

[1] استاذ صاحب ان عقیدوں کو حفظ یاد کرا دیں۔

(۸) آپؐ کے اخلاق نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کے تھے۔

(۹) آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی گذشتہ اور آئندہ باتوں کا علم دیا تھا۔ اور اوّلین و آخرین کا علم عطا فرمایا تھا۔

(۱۰) آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ علم دیا تھا۔

(۱۱) آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کے بعد کسی کو نبوّت نہیں ملے گی۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جن کو آپؐ سے پہلے نبوّت ملی تھی۔ وہ دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے اور آپؐ ہی کے دین اور شریعت کی پیروی کریں گے۔

(۱۲) آپؐ انسانوں اور جنّات سب کے لئے نبی ہیں۔ آپؐ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپؐ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ اِسی لئے آپؐ کو شفیعُ المُذنبین[۱] کہتے ہیں۔

(۱۳) آپؐ نے جن باتوں کا حکم کیا ہے اُن پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا ہے اُن سے باز رہنا۔ اور جن واقعات کی خبر دی ہے اُن کو اُسی طرح ماننا اور یقین کرنا ضروری ہے۔

(۱۴) آپؐ سے محبّت کرنا اور اللہ کے سوا سب سے زیادہ آپؐ کی تعظیم و تکریم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

---

[۱] گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے۔

سوالات

(۱) نبیوں کے متعلق کیا عقیدے رکھنا چاہئیں؟
(۲) نبی کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟
(۳) سب سے پہلے نبی کون ہیں اور سب سے آخری نبی کون؟
(۴) مشہور نبی کون کون ہیں؟
(۵) اگر کوئی مسلمان کسی نبی کا انکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟
(۶) نبیوں کی تعلیم کے متعلق تم نے کیا پڑھا ہے؟
(۷) نبوّت کیوں ختم ہو گئی؟
(۸) قرآن شریف اور دوسری آسمانی کتابوں میں کیا فرق ہے؟
(۹) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی کیا وجہ ہے؟
(۱۰) حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی کو نبی ماننا کیسا ہے؟
(۱۱) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق ضروری عقیدے بیان کرو۔
(۱۲) علمی مذاکرہ ۔ حق ۔ باطل ۔ خیر ۔ شر ۔ ناپید کا مطلب بتاؤ۔

ارکانِ اسلام

سرورِ دوجہان۔ افضل الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام کا حلقہ گرداگرد تھا۔ گویا چاند کے گرد تاروں کی لڑی تھی۔ ایک قبیلہ کا نمائندہ "ضمام بن ثعلبہ" پہنچا۔ دروازہ پر اپنی اونٹنی بٹھا کر مسجد میں داخل ہوا۔ قریب پہنچکر دریافت کیا۔

ابن عبد المطلب کون ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ میں ہوں۔

بدو نمائندہ:۔ آپ ہی کا نام محمدؐ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ جی ہاں۔

بدو نمائندہ کچھ آگے بڑھ کر۔

ابن عبد المطلب! دیکھو میں تم سے کچھ باتیں پوچھوں گا۔

میں مزاج کا رُوکھا ہوں۔ باتیں بھی میری رُوکھی ہوں گی۔ آپ خفا نہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ نہیں! جو آپ پوچھنا چاہیں شوق سے دریافت کیجئے۔ پوچھنے پر میں ناراض کیسے ہو سکتا ہوں۔

ابن عبد المطلب! میں اُس خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے اور پچھلوں کا بھی سچا معبود ہے۔ کیا واقعی تمہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :- بے شک اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے ۔

بدو نمائندہ :- محمدؐ آپ کو خدا قسم بتاؤ ۔ کیا اللہ نے آپ کو حکم کیا ہے کہ آپ ہم کو ہدایت کریں کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کیا کریں ۔ کسی کو اُس کا شریک نہ مانیں ۔ اُن سب دیوتاؤں کو چھوڑ دیں جن کی پُوجا ہمارے باپ دادا اللہ کی عبادت کے ساتھ کیا کرتے تھے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم :- بے شک ۔

بدو نمائندہ :- اچھا آپ کو ہم سب کے معبود اور ہم سب سے پہلوں اور پچھلوں کے سچے معبود کی قسم ۔ کیا واقعی اللہ نے حکم کیا ہے کہ ہم پانچ وقت کی نماز پڑھیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :- ——— جی ہاں خدا نے حکم فرمایا ہے ۔

لہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ بدو اگرچہ قسمیں دیکر پوچھتا ہے مگر اس کا کیا اطمینان کہ قسم کا جواب صحیح اور سچائی کے ساتھ ہوگا ۔ کیونکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ قسم کھا کھا کر جھوٹ بولتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ اُس اعرابی کی فراست اور ذہانت تھی کہ جیسے ہی رُوئے انور پر نظر پڑی اس کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص سچا ہے ۔ جھوٹ نہیں بول سکتا ۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو جیسے ہی چہرۂ انور پر نظر پڑی میرے ضمیر نے شہادت دی کہ یہ چہرہ بشرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا ۔

ضمام بن ثعلبہ ۔ آپ کو خدائے برحق کی قسم ۔ کیا اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ ہم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کریں ۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم :۔ بے شک ۔

ضمام بن ثعلبہ :۔ آپ کو اپنے اور سب کے رب کی قسم ! کیا اللہ نے واقعی حکم کیا ہے کہ ہم ایک ماہ کے روزے رکھا کریں ۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم :۔ واقعی خدا کا حکم ہے ۔

ضمام بن ثعلبہ :۔ آپ کو اپنے اور سب کے خدا کی قسم ۔ کیا واقعی اللہ کا حکم ہے کہ ہم حج ادا کریں ۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم :۔ بے شک خدا کا حکم ہے ۔

جب یہ سوالات کر چکے تو حضرت ضمام بن ثعلبہ نے کہا :۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں

پھر کہا کہ یا رسول اللہ صلعم میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان احکام کی پوری پابندی کروں گا نہ ان میں کمی کروں گا نہ اپنی طرف سے کچھ بڑھاؤں گا ۔ یہ کہہ کر بدو سارہ اپنی جگہ سے اُٹھا ۔ اونٹنی پر سوار ہوا اور اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہوا ۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر یہ شخص اپنے عہد کا پابند رہا تو کے جنتی ہونے میں شک نہیں ۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ اپنے قبیلہ میں پہنچے اور ان کو اسلام کی دعوت دی

قبیلہ کے تمام آدمی مسلمان ہو گئے[۱] (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ)

حدیث جبرئیل علیہ السلام | حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک صاحب تشریف لائے، بہت سفید اور صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے، بالوں کی سیاہی چمکدار۔ چہرہ بہت خوبصورت شاندار، وہ اجنبی تھے۔ مدینہ کا کوئی شخص اُن کو پہچانتا نہ تھا اور سفر کے گرد و غبار سے پاک صاف تھے۔ ہمیں تعجب تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ وہ آگے بڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک سے گھٹنے ملا کر بیٹھ گئے۔ ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لئے اور کہنے لگے۔ یا محمدؐ بتائیے اسلام کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان شریف کے روزے رکھو اور مقدور ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرو۔

اجنبی شخص نے کہا۔ ٹھیک ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ دریافت تو اِس طرح کر رہے ہیں جیسے انجان ہوں۔ اور "ٹھیک ہے" اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے پوری طرح واقف اور جانکار ہوں۔ پھر کہا۔

بتائیے۔ ایمان کیا ہے؟

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ص۳۸ و ص۱۳۷ ج ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایمان یہ ہے کہ اللہ کو مانو۔ فرشتوں کو اللہ کی کتابوں کو اور اللہ کے تمام رسولوں کو مانو۔ قیامت اور تقدیر کو مانو۔

اجنبی شخص نے کہا ٹھیک ہے۔

پھر چند سوال[1] اور کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دیئے۔ پھر وہ رخصت ہو گئے۔ جب وہ جا چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] تیسرا سوال یہ تھا کہ "احسان" یعنی تصوف کی تفسیر کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ اگر تم خدا کو نہیں دیکھ سکتے تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ خدا تم کو ہر وقت دیکھتا ہے (لہذا تمہارے یقین اور تمہارے خوف و خشیہ میں کوئی فرق نہ آنا چاہیئے۔ کیونکہ خوف و خشیہ اور تعظیم کا مدار اس پر نہیں کہ چھوٹا بڑے کو دیکھے بلکہ اگر چھوٹا بڑے کو نہ دیکھ سکے مگر اس کو یقین ہو کہ جس کی تعظیم کرنی ہے وہ دیکھ رہا ہے تو لامحالہ تعظیم کرتا رہے گا اور نازیبا حرکات سے احتیاط برتے گا۔ مثلاً اندھا شاگرد اگر یہ سمجھے کہ وہ اُستاذ کے سامنے بیٹھا ہے اور اُستاذ اُس کو دیکھ رہا ہے تو وہ تعظیم و ادب میں کوتاہی نہیں کر سکتا) پھر دریافت کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے متعلق جتنا آپ کو معلوم ہے اتنا ہی مجھے بھی معلوم ہے۔ پھر دریافت کیا کہ قیامت کی علامتیں بتائیے۔ آپ نے فرمایا۔ علامت یہ ہے کہ برہنہ ننگے بدن چرواہوں کو دیکھو کہ وہ آبادیوں میں چیرہ دستی سے کام لیں۔ لڑکیوں کو دیکھو کہ وہ اپنی ماں پر حکومت کریں یعنی ناہموار کندہ ناتراش لوگوں کا اقتدار۔ اولاد کی نافرمانی۔ یہاں تک کہ لڑکیاں بھی نافرمان ہوں اور اس طرح ظلم و ستم اور زنا وغیرہ بڑھ جائے۔ یہ قیامت کی علامت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بخاری شریف۔

میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ جانتے ہو۔ یہ کون تھے۔ میں نے عرض کیا۔ " اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔[۱]

فرمایا۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام تھے۔ تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔[۲]

---

[۱] ترجمہ یہ ہے اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ یہ صحابۂ کرامؓ کی تہذیب تھی کہ وہ اپنی علمیت نہیں بگھارتے تھے۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ واقفیت کے باوجود یہی لفظ کہہ دیا کرتے تھے۔ کیونکہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا علم ہم سے بہت زیادہ ہے۔ آپ جو کچھ فرمائیں گے وہ شرعی دلیل اور پوری اُمّت کے لئے کام آنے والا ذخیرہ ہوگا۔

[۲] بخاری شریف وغیرہ۔

دُوسرا باب
عبادات

(۱)

اسلام کے سب سے مقدم فرض ۔ یعنی نماز کا طریقہ تیسرے حصّہ میں پڑھ چکے ہو ۔ نماز سے پہلے وضو کی جاتی ہے ۔ اس کا قاعدہ بھی پڑھ چکے ہو ۔

اس حصّہ میں کچھ مسئلے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے لیکن پہلے کچھ خاص خاص الفاظ یاد کرلو ۔ اور اُن کا مطلب سمجھ لو ۔

یہ الفاظ دینی مسائل میں کثرت سے استعمال کئے جاتے ہیں ۔ ان الفاظ کے بعد وضو اور نماز کے مسائل بیان ہوں گے ۔

الفاظ یہ ہیں :۔ فرض واجب سنّتِ موکدہ سنّت مستحب مباح مکروہ تنزیہی مکروہ تحریمی حرام

اِن الفاظ کے مطلب سے پہلے ایک مثال سمجھو ۔

جب تم مدرسہ میں پڑھنے آتے ہو ۔ تو مدرسہ میں بہت سے کام کرتے ہو اُن میں سے کوئی کام تو ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا کرنا بہت ضروری ہوتا ہے ، اُس کے متعلق تمہارے ماں باپ کی بھی تاکید ہوتی ہے اور اُستاذ بھی ہمیشہ اُس کا حکم کرتے رہتے ہیں ۔ مثلاً سبق سمجھنا اور اُس کو یاد کرنا یہ بہت ضروری ہے اگر سبق سمجھ کر یاد نہ کرو تو تمہارا مدرسہ آنا ہی بیکار ہوتا ہے ۔ ایسے ضروری

کام کو شریعت کی اصطلاح[1] میں فرض کہتے ہیں۔

اس کے برخلاف یعنی یہ کہ سبق کے بجائے تم اپنا دھیان اِدھر اُدھر بٹائے رکھو۔ اور یاد کرنے کے بجائے کھیل کود اور غپ شپ میں اپنا وقت صرف کردو۔ یہ بہت ہی بُرا کام ہے۔ اس کو اُستاذ صاحب بھی بہت سختی سے منع کرتے ہیں اور ماں باپ بھی اس حرکت پر ناراض ہوتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں ایسی بُری بات کو "حرام" کہا جاتا ہے۔

کوئی کام ایسا ہوتا ہے کہ وہ ضروری ہوتا ہے۔ اُس کے متعلق اُستاذ صاحب کا بھی حکم ہوتا ہے۔ لیکن اتنا ضروری نہیں ہوتا کہ اُس کے بغیر مدرسہ آنا ہی بے کار رہے۔ مثلاً مطالعہ دیکھنا۔ یعنی آگے سبق نکالنا۔ یہ بہت ضروری بات ہے۔ اُستاذ صاحب ہمیشہ مطالعہ کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر آگے سبق نکالے بغیر تم نے سبق پڑھ لیا اور اُس کو سمجھ کر یاد بھی کر لیا تو کام چل جاتا ہے۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ خود سے سبق نکالنے میں جو قابلیت پیدا ہو سکتی ہے وہ پیدا نہیں ہوتی۔ سبق کے سمجھنے اور اُس کے یاد کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ ایسے کام کو شریعت کی اصطلاح میں "واجب" کہتے ہیں اور اُس کے برخلاف مثلاً یہ کہ آگے سبق نہ نکالنے کے باعث سبق پُوری طرح نہ سمجھ سکو۔ اس کا مطلب پُوری طرح ذہن میں نہ بیٹھے — یہ

---

[1] کسی لفظ کو اصلی معنیٰ کے علاوہ کسی خاص مطلب کے لئے بولنا اصطلاح کہا جاتا ہے۔ مثلاً فرض کے معنیٰ ہیں مقرر کرنا۔ شریعت میں فرض کو ایک خاص مطلب کے لئے بولا جاتا ہے اس کو اصطلاح کہا جاتا ہے۔

"مکروہ تحریمی" کہلائے گا۔ یعنی یہ ایسی بری بات ہے جو حرام کے قریب قریب ہے۔

پھر جب تم سبق پڑھتے ہو تو اُستاذ صاحب تمہیں کچھ اور باتیں بھی بتا دیتے ہیں۔ یہ باتیں کتاب میں نہیں ہوتیں۔ اُستاذ صاحب اپنی مہربانی سے یہ باتیں اپنی طرف سے بتاتے ہیں۔ تاکہ تم سبق اچھی طرح سمجھ سکو۔ اور تمہاری قابلیت بڑھ جائے۔

ایسی باتوں کے متعلق بھی اُستاذ صاحب کا حکم ہوتا ہے کہ اُن کو یاد رکھو۔ لیکن اگر وہ یاد نہ ہوئیں اور اصل سبق سمجھ لیا۔ اور اُس کو پکا یاد بھی کر لیا تو کہا جائے گا کہ فرض اور واجب ادا کر لیا۔ البتہ ایک فائدہ کی چیز جو اُستاذ صاحب نے اپنی مہربانی سے بتائی تھی اُس سے محروم ہو گئے — ایسی بات کو شریعت کی اصطلاح "سنت" کہتے ہیں۔ اگر اس کی تاکید ہوتی ہے تو سنتِ موکدہ کہلاتی ہے اور اگر تاکید نہ ہو تو محض "سنت" یا "مسنون" کہلاتی ہے۔

اس کے برخلاف یعنی یہ کہ اُستاذ صاحب کی ایسی بات کو جو انھوں نے اپنی مہربانی سے بتا دی تھی اپنی لاپرواہی سے یاد نہ رکھو اور ایسی فائدہ کی چیز کو ضائع کر دو۔ یہ بری بات ہے مگر اتنی بری نہیں جتنی پہلی باتیں بری ہیں۔ اِس کو شریعت کی اصطلاح میں "مکروہ" کہا جائے گا۔

پڑھنے کے سلسلہ کا ایک کام یہ ہے کہ جو مضمون تم پڑھ رہے ہو اُس مضمون کی کوئی اور کتاب بھی ساتھ ساتھ دیکھتے رہو۔ مثلاً سیرت کے بیان

کے ساتھ تم تاریخ الاسلام[1] دیکھتے رہو۔ جب عقائد یا عبادات کا بیان پڑھو تو تعلیم الاسلام[2] یا بہشتی زیور دیکھتے رہو۔ تو یہ ایسا کام ہے کہ استاذ صاحب نے کبھی کبھی اس کی فرمائش تو کی ہے۔ مگر یہ فرمائش اس درجہ کی تھی کہ اگر کرلو بہت اچھا ہے۔ نہ کرو تو تم پر کسی قسم کا کوئی الزام بھی نہیں ہے۔ تو شریعت کی اصطلاح میں ایسے کاموں کے لئے "مستحب" کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اس کے برخلاف کو یعنی یہ کہ صرف اپنے سبق کی کتاب پڑھو اور اس کو یاد کرلو۔ اس کے علاوہ کوئی اور کتاب نہ پڑھو مکروہ تنزیہی[3] کہا جاتا ہے۔

کچھ کام ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کا کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ نہ کرنے میں کوئی ثواب۔ نہ نہ کرنے میں کوئی عذاب۔ جیسے کوئی اخبار تمہارے ہاتھ میں آجائے۔ اب اگر اس کو پڑھنا چاہو تو اس کی بھی اجازت ہے اور نہ پڑھو تو اس میں بھی کوئی الزام نہیں۔ پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں۔ ایسے کام کو

---

[1] یہ کتاب سوال و جواب کی صورت میں مرتب کی گئی ہے: بچوں کے لئے بہت مفید ہے [2] تعلیم الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند کے مشہور رسالے ہیں جو چار حصوں پر مشتمل ہیں ان میں عقائد اور عبادات کے مسائل سوال و جواب کی شکل میں سمجھائے گئے ہیں [3] بچوں کو یہ بھی سمجھا دینا چاہیئے کہ اصل کام تو سبق کو سمجھنا اور یاد کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اور جتنی باتیں بتائی گئی ہیں وہ اصل مقصد کے لئے معاون اور مددگار ہیں۔ یعنی اس کو بہتر بنانے والی اور جو کمی رہ جائے اس کو پورا کرنے والی۔ بس اسی طرح شریعت کے احکام میں اصل تو وہ ہوتا ہے جو فرض ہو۔ باقی جو چیزیں واجب، سنت یا مستحب ہوں وہ اصل فرض کی کمی کو پورا کرنے والی ہوتی ہیں یا اس کو مکمل کرنے والی اور بہتر بنانے والی۔

شریعت کی اصطلاح میں "مباح" کہا جاتا ہے۔

(۲) پس خلاصہ یہ ہے کہ:-

فرض ایسا کام جس کے متعلق اللہ اور رسول ؐ کے صاف صاف حکم تاکید کے ساتھ ہوں اور اس کو اتنا ضروری بتایا گیا ہو کہ اُس کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ جیسے پانچوں وقت کی فرض نمازیں یا رمضان شریف کے روزے۔

اِس کا مُنکر کافر ہوتا ہے اور عمل نہ کرنے والے کو فاسق کہا جاتا ہے جو سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

واجب ایسا کام جس کے متعلق شریعت کا حکم ہے اور اس کے چھوڑنے پر سزا بھی ہوگی۔ مگر وہ اتنا ضروری نہیں ہے کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو۔ جیسے فرض نماز کی جماعت۔ یا عید و بقرعید کی نمازیں۔

اِس کا مُنکر کافر تو نہیں ہوتا۔ لیکن بلا عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

سُنّتِ موکّدہ ایسا کام جس کے متعلق شریعت کا حکم تو ہے مگر ایک دو مرتبہ چھوڑنے سے سزا نہیں ہوتی۔ [۱]

البتہ اگر اس کو چھوڑنے کی عادت بنالے تو وہ بہت بُرا ہے اور اس پر عذاب کا بھی خطرہ ہے۔

---

[۱] یہ وہ کام ہوتا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کرتے رہے ہوں یا کرنے کے لئے فرمایا ہو اور بلا عذر کبھی نہ چھوڑا ہو۔

سنّتِ موکدہ کی مثال۔ جیسے صبح کی سنّتیں۔

سنّت۔ ایسا کام جسے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اکثر کیا ہو اور کبھی بلا عذر چھوڑ بھی دیا ہو۔

مستحب۔ ایسا کام جس کے کرنے میں ثواب ہو۔ نہ کرنے میں کوئی عذاب نہ ہو۔

نفل۔ کے معنیٰ ہیں زائد۔ شریعت کی اصطلاح میں فرض۔ واجب اور سنّتِ موکدہ کے علاوہ باقی تمام نمازوں کو نفل کہا جاتا ہے۔

حرام۔ وہ کام جس کو سختی سے منع کیا گیا ہو اور کرنے والا عذاب کا مستحق ہوتا ہو۔ اس کا منکر کافر ہوتا ہے اور اس کا کرنے والا فاسق۔ جیسے جھوٹی گواہی، چغلی، چوری، شراب پینا، سود لینا، رشوت وغیرہ۔

مکروہ تحریمی[1]۔ ایسا بُرا کام جو حرام کے قریب قریب ہو۔ اس کا منکر کافر تو نہیں ہوتا، لیکن عمل میں لانے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

مکروہ تنزیہی[2][3]۔ ایسا بُرا کام جس کی بُرائی معمولی ہو۔ جس کو شریعت میں مناسب سمجھا جاتا ہو۔ اس کا چھوڑنا اچھا ہوتا ہے اور کرنا پاک بازی کے

---

[1] یعنی حرام ہونے کا انکار تو نہیں کرتا۔ مگر کرتا رہتا ہے۔ جیسے کوئی مسلمان رشوت کو حرام جانتے ہوئے رشوت لیتا رہے [2] مکروہ کے معنیٰ ہیں ناگوار۔ بُرا [3] تنزیہہ کے معنیٰ پاک صاف کرنا مکروہ تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا فعل ہے جو پاک بازی اور پرہیزگاری کے خلاف ہے ایک پاک باز کو نہ کرنا چاہیئے۔

خلاف ہوتا ہے۔

مباح۔ جس کا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہوں۔ نہ کرنے میں ثواب نہ نہ کرنے میں عذاب۔

(۳) عین اور کفایہ۔ شریعت کے احکام عام طور پر ایسے ہیں جن کی ادائیگی ہر ایک مسلمان پر الگ الگ لازم ہوتی ہے۔ ایک کے ادا کر لینے سے دوسرا سبکدوش نہیں ہوتا۔ ایسا حکم اگر فرض ہے تو فرض عین۔ واجب ہے تو واجب عین اور سنت ہے تو سنتِ عین کہلاتا ہے۔

اور کچھ حکم ایسے ہیں کہ اُن کی ادائیگی ہر ایک پر نہیں بلکہ پُوری جماعت پر لازم ہوتی ہے۔ یعنی اگر کچھ مسلمان ادا کریں تو سب کے ذمہ سے ادائیگی ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ بھی ادا نہ کریں تو سب گنہ گار ہوتے ہیں۔ ایسا حکم اگر فرض ہو تو فرض کفایہ کہلاتا ہے، واجب ہو تو واجب کفایہ اور سنت ہو تو سنتِ کفایہ کہلاتا ہے۔

پس فرض۔ واجب اور سنت کی یہ دو قسمیں ہوں گی۔

فرضِ عین۔ جس کا ادا کرنا ہر ایک مسلمان پر علیٰحدہ علیٰحدہ فرض ہے۔ جیسے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ یا اسلامی عقائد اور فرض عبادتوں کا سیکھنا۔

واجبِ عین۔ جس کا ادا کرنا ہر ایک مسلمان پر علیٰحدہ علیٰحدہ واجب ہے جیسے جماعت۔ یا وتر۔ یا نماز عید وغیرہ

سنتِ عین۔ جس کا ادا کرنا ہر ایک مسلمان کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ سنت ہے۔ جیسے عام سنتیں۔

فرضِ کفایہ ۔ ایسا فرض کہ اگر کچھ مسلمان ادا کریں تو سب کی طرف سے ادا ہوجائے ۔ ورنہ سب گنہ گار ہوں ۔ جیسے نمازِ جنازہ یا عالم فاضل بننا۔

واجبِ کفایہ ۔ ایسا واجب کہ اگر کچھ مسلمان ادا کریں تو سب کی طرف سے ادائیگی ہوجائے ورنہ سب گنہ گار ہوں ۔ جیسے تبلیغِ دین۔

سنّتِ کفایہ ۔ ایسی سنت کہ اگر کچھ مسلمان ادا کریں تو سب کی طرف سے ادائیگی ہوجائے ۔ ورنہ سب پر سنت چھوڑنے کا بار رہے ۔ جیسے اعتکاف ۔

اِن اِصطلاحات کو یاد کرلینے کے بعد آپ وضو کے فرض، واجب اور سنّتیں معلوم کیجئے جو آگے بیان کی جاتی ہیں ۔

(۴) وُضُو[1] کے فرائض

وضو میں چار فرض ہیں۔

(۱) ایک دفعہ سارا چہرہ دھونا ۔ ماتھے کے بالوں سے تھوڑی کے نیچے تک ۔ ایک کان سے دوسرے کان تک ۔

(۲) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا ۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا ۔

(۴) دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا ۔

اِن چار چیزوں کے فرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے اگر ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی یا جس کا دھونا فرض ہے وہ بال برابر بھی سوکھا رہ

---

[1] وُضو ۔ واؤ کا پیش ۔ اصل معنی روشن اور اصطلاحِ شریعت میں مقررہ اعضا کا دھونا ۔

رہ جائے گا تو وضو نہ ہوگا۔ اور جب یہ چار عضو دُھل جائیں گے تو وضو ہوجائے گا وضو کا ارادہ[1] کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ جیسے کوئی شخص حوض میں گر پڑے جس سے یہ چاروں عضو دُھل جائیں تو وضو ہوجائے گا۔ یعنی اس کو نماز پڑھنا درست ہوجائے گا۔ البتہ وضو کا ثواب نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اسی وقت ملتا ہے جب وضو کا ارادہ ہو۔

(۵) وُضو کی سُنّتیں

(۱) ارادہ کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) دائیں طرف سے وضو کا شروع کرنا (۴) پہلے تین بار دونوں ہاتھ گٹوں (پہنچوں) تک دھونا (۵) مسواک کرنا (۶) تین بار کلی کرنا (۷) تین بار ناک میں پانی ڈالنا (۸) ڈاڑھی کا خلال کرنا (۹) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا (۱۰) ہر عضو کو تین بار دھونا (۱۱) ایک بار تمام سر کا مسح کرنا یعنی بھیگا ہوا ہاتھ پھیرنا (۱۲) دونوں کانوں کا مسح کرنا (۱۳) ترتیب[2] سے وضو کرنا (۱۴) لگاتار وضو کرنا یعنی ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھولے۔

---

[1] اگر ارادہ نہیں کیا اور بغیر ارادہ تمام اعضا پر پانی پہونچ گیا۔ جیسے مثلاً بارش میں نہاگیا۔ یا پانی میں غوطہ لگایا تو اس صورت میں وضو ہوجائے گا۔ البتہ یہ سنّت چھوٹ جائے گی۔

[2] ترتیب وضو کے طریقہ میں بیان کردی گئی ہے۔ یعنی گٹوں تک ہاتھ دھونے کے بعد کلی کرنا۔ اور ناک میں پانی ڈالنا پھر چہرہ تین مرتبہ دھونا اس کے بعد ہاتھ کہنیوں تک۔ پھر سر کا مسح۔ کانوں کا مسح۔ پھر پیر دھونا۔

(۶) وضو کے مستحبات

(۱) پاک اور اونچی جگہ بیٹھ کر وضو کرنا (۲) قبلہ کی طرف منھ کرکے بیٹھنا۔ (۳) پانی کا لوٹا بائیں طرف رکھنا (۴) وضو کے کام خود کرنا۔ دوسرے سے مدد نہ لینا (۵) پانی ناک میں اچھی طرح چڑھا کر بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔ (۶) گردن کا مسح کرنا (۷) ہر ایک عضو دھونے کے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ (۸) انگوٹھی اگر ڈھیلی ہو تو اُس کو ہلانا[1] (۹) آخر میں درود شریف۔ کلمۂ شہادت اور یہ دُعا پڑھنا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کردے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور بہت پاکی والے ہیں

(۱۰) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تین گھونٹ پینا (۱۱) وضو کے بعد دو رکعت نماز "تحیۃ الوضو" پڑھنا۔

اس کے علاوہ وضو کے اور بھی آداب اور مستحبات ہیں۔ جو بڑی کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں۔

(۷) مکروہ باتیں

وضو میں یہ باتیں مکروہ ہیں۔

(۱) ناپاک جگہ پر وضو کرنا (۲) سیدھے ہاتھ

---

[1] انگوٹھی اگر ڈھیلی ہو یعنی اس کے نیچے خود پانی بہہ جاتا ہو تو ایسی صورت میں احتیاطاً اس کو ہلالینا چاہیئے یہ مستحب ہے، اور انگوٹھی تنگ ہے تو اس کو ہلانا فرض ہے کیونکہ اگر نہ ہلائی گئی تو قوی خطرہ ہے کہ اس کے نیچے پانی نہیں پہنچے گا اور اتنا حصہ خشک رہے گا وضو نہ ہوگا۔ نتھ اور بالی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے اگر یہ خطرہ ہے کہ چھید سے ہوئے سوراخ میں پانی نہیں پہنچے گا تو ہلانا فرض ہے تاکہ پانی پہنچ جائے۔

سے ناک صاف کرنا (۳) ضرورت سے زیادہ پانی صرف کرنا (۴) دُنیا کی باتیں کرنا (۵) سنت کے خلاف وضو کرنا۔

نواقض وضو کا بیان دوسرے حصّہ میں گذر چکا ہے۔ اس کو یاد کر لیا جائے۔

سوالات

(۱) فرض اور واجب میں کیا فرق ہے؟
(۲) سُنّت کی کتنی قسمیں ہیں اور اُن کی تعریف کیا ہے؟
(۳) مستحب اور مباح کا مطلب اور اُن کا فرق بیان کرو۔
(۴) فرض کا مقابل کیا ہے؟
(۵) مکروہ کی کتنی قسمیں ہیں اور کونسی قسم واجب کے مقابل ہے؟
(۶) مکروہ تنزیہی کا مطلب [illegible]
(۷) فرضِ عین اور فرضِ کفایہ میں کیا فرق ہے اور عین اور کفایہ صرف فرض ہوتا ہے یا واجب اور سنّت میں بھی یہ تقسیم چلتی ہے۔
(۸) وضو میں کتنے فرض ہیں؟
(۹) وضو کی سنتیں اور مستحبات بیان کرو۔
(۱۰) نواقض کے معنی بتاؤ اور یہ بتاؤ کہ نواقض وضو کیا ہیں؟
(۱۱) وضو کے بعد کیا پڑھنا مستحب ہے؟

(۸) متفرق مسائل

(۱) بے وضو نماز پڑھنا سخت گناہ کی بات ہے بلکہ بعض علماء نے تو ایسے شخص کو جو بے وضو نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے کافر کہدیا ہے کہ وہ دین کے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔

(۲) دھونے کی حد یہ ہے کہ پانی عضو پر بہہ کر کم از کم ایک دو قطرہ ٹپک جائے۔ اس سے کم کو دھونا نہیں کہتے۔ مثلاً کسی نے ہاتھ بھگو کر منہ پر پھیر لیا۔ یا اس قدر تھوڑا پانی منہ پر ڈالا کہ وہ بہہ کر منہ پر ہی رہ گیا ٹپکا نہیں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اُس نے منہ دھویا۔ اِس صورت میں اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا۔

(۳) وضو میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے اگر ان کو ایک ایک مرتبہ دھو لیا جائے تو فرض ادا ہو جائے گا۔ تین تین دفعہ دھونا سنّت ہے اور تین مرتبہ سے زیادہ دھونا ناجائز اور مکروہ ہے۔

(۴) جن اعضاء کا دھونا فرض ہے اگر اُن میں ایک بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو وضو نہیں ہوگا۔

(۵) جس شخص کے چھ انگلیاں ہوں تو چھٹی انگلی کا دھونا بھی فرض ہے اور اسی طرح بدن میں جو چیز زائد پیدا ہو جائے اور وہ اس مقام پر ہو جس کا دھونا فرض ہے۔ مثلاً ہاتھ پر رسولی ہو جائے تو اس زائد کا دھونا بھی فرض ہے۔

(۶) مسح

ہاتھ کو پانی سے بھگو کر کسی عضو پر پھیرنا مسح کہلاتا ہے۔

(۷) مسح کے لئے نیا پانی لینا بہتر ہے۔ لیکن اگر ہاتھ دھونے کے بعد بچی ہوئی تری سے مسح کر لے تو وہ بھی کافی ہے۔ مگر جب ہاتھ سے ایک دفعہ مسح کر لیا تو پھر دوسری جگہ اُس سے مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ہاتھ پر تری نہ تھی۔ کسی دوسرے دھوئے ہوئے یا مسح کئے ہوئے عضو سے اُسے تر کر لیا تو اُس سے بھی مسح جائز نہیں۔

(۸) اگر ننگے سر پر بارش کی بوندیں پڑ گئیں اور سوکھا ہاتھ سر پر پھیر لیا اور ہاتھ سے بارش کا پانی سر پر پھیل گیا تو مسح ہو گیا۔

(۹) تمام سر کا مسح کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے سر کے دونوں طرف پیشانی کے بالوں کی جگہ رکھو۔ اور ہتھیلیوں کو انگلیوں سمیت گُدّی تک لے جاؤ اور پھر واپس لوٹا لاؤ۔ اِس کا خیال رکھو کہ تمام سر پر ہاتھ پھر جائے۔

(۱۰) سر کے مسح کے بعد کانوں کا مسح اس طرح کیا جائے کہ شہادت کی دونوں انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالی جائیں اور بیچ کی دونوں انگلیاں کان کے اندر کے حصہ میں اور دونوں انگوٹھے کان کے باہر کے حصہ پر رکھ کر گھما دیئے جائیں۔

(۱۱) گردن پر مسح کرنے کی صورت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پُشت گردن پر پھیر لی جائے۔ گلے پر مسح کرنا بدعت ہے۔

(۱۲) سر کے مسح کے لئے جو پانی لیا تھا وہی ان سب کے لئے کافی ہے۔

کیونکہ اُنگلیوں اور ہتھیلیوں کے اندر کے حصّہ سے تو سر کا مسح کیا گیا انگشتِ شہادت کے کنارہ سے کان کے سُوراخ میں بیچ کی اُنگلی کے کنارہ سے کان کے اندر اور انگوٹھے سے باہر کی طرف مسح ہوا۔ اُنگلیوں کی پُشت اب تک کہیں بھی نہیں چھُوئی گئی تھی اِس سے گردن کا مسح ہو گیا۔

(۱۳) وُضو کے بعد سر مُنڈایا یا ناخن کتروائے تو سر پر دوبارہ مسح کرنا یا ناخنوں کو دھونا ضروری نہیں۔

(۱۴) وُضو میں آنکھوں کے اندر کا حصّہ۔ مُنھ کے اندر کا حصّہ یا ناک کے اندر کا حصّہ دُھونا فرض نہیں ہے۔

(۱۵) اگر کسی شخص کا ہاتھ کٹا ہوا ہے تو اگر کہنی یا کہنی سے نیچے کا کچھ حصّہ باقی ہے تو باقی حصّہ کو دھونا فرض ہے۔

(۱۶) مِسواک — مسواک کرنا سنّتِ مؤکّدہ ہے۔ اس کا بہت بڑا ثواب ہے اور اس میں بہت بڑے فائدے ہیں۔

(۱۷) مسواک کسی کڑوے درخت کی جڑ یا ٹہنی کی ہونی چاہیئے، جیسے پیلو کی جڑ یا نیم کی ٹہنی۔

(۱۸) مسواک ایک بالشت سے زیادہ نہ رکھنی چاہیئے۔ دھو کر مسواک کرے اور دھو کر رکھے۔

(۱۹) مسواک اوّل دہنی طرف کے دانتوں میں کرے۔ پھر بائیں طرف کے دانتوں میں۔

(۲۰) تین مرتبہ مسواک کرنا اور ہر مرتبہ نیا پانی لینا چاہیئے۔

(۲۱) **غرغرہ** وضو اور غسل میں غرغرہ کرنا سنّت ہے۔ لیکن روزے کی حالت میں نہ کرنا چاہیئے۔ منھ میں پانی داہنے ہاتھ سے دینا چاہیئے۔

(۲۲) **ناک میں پانی ڈالنے کا طریقہ** یہ ہے کہ داہنے ہاتھ میں پانی لیکر ناک سے لگائے اور اوپر کو سانس لے جس سے پانی ناک میں چڑھ جائے۔ لیکن اتنا نہ کھینچے کہ دماغ تک پانی چڑھ جائے۔

(۲۳) روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ صرف ہاتھ سے پانی ناک میں چڑھائے۔ سانس سے نہ کھینچے۔

(۲۴) کُلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں سُنّت مؤکدہ ہیں۔

(۲۵) **داڑھی کا خلال** داڑھی کے نیچے اور اندر کے بالوں کا خلال کرنا سنّت ہے۔ اور جو بال چہرے کی طرف چہرے کی کھال سے متّصل ہیں اُن کا دھونا فرض ہے۔

(۲۶) اگر داڑھی معمولی ہے۔ یعنی ایسی چھوٹی یا چھیدی ہے کہ چہرہ کی کھال نظر آتی ہے تو اُس صورت میں چہرہ کی کھال تک پانی پہونچانا فرض ہے۔

(۲۷) **ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال** کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈال کر ہلائے۔ اور پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی

چھنگلیا (چھوٹی اُنگلی) سے کرے۔ داہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے۔

سوالات

(۱) وضو میں جہاں جہاں دھونے کا حکم ہے تو دھونے کی کم سے کم حد کیا ہے؟

(۲) وضو میں کتنی دفعہ دھونا فرض ہے اور کتنی مرتبہ سنت ہے؟

(۳) تین دفعہ سے زیادہ دھونے کا کیا حکم ہے؟

(۴) اگر کسی کی پیشانی پر رسولی ہو تو وضو میں اُس کا دھونا فرض ہے یا نہیں؟

(۵) ڈھلی ہوئی کلائی پر ہاتھ پھیر کر ہاتھ کو تر کر لیا تو اس سے مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) کیا یہ ممکن ہے کہ صرف ایک مرتبہ ہاتھ بھگو کر، سر کانوں اور گردن کا مسح ہو جائے اور کانوں اور گردن کے مسح میں جو اُنگلیاں استعمال ہوں وہ سر کے مسح میں استعمال نہ ہوئی ہوں؟

(۷) مسواک کا کیا حکم ہے وہ کس چیز کی ہونی چاہیئے؟

(۸) مسواک کتنی لانبی ہو اور کس طرح کرنی چاہیئے؟

(۹) ناک میں پانی ڈالنے کا کیا طریقہ ہے اور روزہ دار کے لئے کیا حکم ہے؟

(۱۰) غرغرہ کسے کہتے ہیں اس کا کیا حکم ہے اور روزہ دار کو غرغرہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟

(۱۱) داڑھی کے نیچے کی کھال اگر نظر آتی ہو تب بھی داڑھی کا خلال کافی ہے یا نہیں؟

(۱۲) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کس طرح کیا جاتا ہے؟

۹) نجاست (ناپاکی) کا بیان

نجاست یعنی ناپاکی کی دو قسمیں ہیں، ایک حقیقی اور دوسرے حکمی۔

نجاستِ حقیقی | وہ نجاست ہے جو دیکھنے میں آسکے۔ جیسے پاخانہ۔ پیشاب۔ خون۔ شراب وغیرہ۔

نجاستِ حکمی | وہ نجاست ہے جو شریعت کے حکم سے ثابت ہو، دیکھنے میں نہ آسکے۔ جیسے بے وضو ہونا۔ یا غسل کی حالت ہونا۔

اس کو شریعت کی اصطلاح میں "حدث" بھی کہتے ہیں۔

نجاستِ حقیقی کی قسمیں | نجاستِ حقیقی کی دو قسمیں ہیں۔ نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ۔

نجاستِ غلیظہ | وہ نجاست ہے جو ناپاک ہونے میں سخت اور زیادہ ہو۔ اور وہ چیزیں یہ ہیں:۔

(۱) آدمی کا پیشاب پاخانہ (۲) جانوروں کا پاخانہ (۳) حرام جانوروں کا پیشاب (۴) آدمی اور جانوروں کا بہتا ہوا خون (۵) شراب (۶) مرغی اور بطخ کی بیٹ۔

نجاستِ خفیفہ | وہ نجاست ہے جو ناپاک ہونے میں ہلکی اور کم ہو۔ وہ یہ چیزیں ہیں۔

(۱) حلال جانوروں کا پیشاب (۲) اور حرام پرندوں کی بیٹ۔

نجاستِ غلیظہ اور خفیفہ کے حکم میں فرق ان دونوں قسم کی ناپاکیوں کے حکم میں یہ فرق ہے کہ نجاستِ خفیفہ یعنی ہلکی نجاست ، چوتھائی کپڑے یا چوتھائی عضو تک معاف ہے ۔ اور نجاستِ غلیظہ اتنی مقدار میں معاف نہیں ۔ بلکہ اگر وہ گاڑھی ہے جیسے پاخانہ تو وہ ساڑھے تین ماشہ وزن تک معاف ہے ۔ اگر پتلی ہے جیسے شراب یا پیشاب تو وہ ایک روپیہ کے پھیلاؤ یا ہتھیلی کے گہراؤ کی برابر معاف ہے ۔

تشریحات (۱) کپڑے سے مُراد مثلاً پُورا کرتا یا پُورا پاجامہ نہیں بلکہ آستین ۔ دامن ۔ کلی اور پائنچا ۔ ایک ایک کپڑا ہے ۔ اس کے چوتھائی حصّہ تک معاف ہے ۔ ایسے ہی عضو سے وہ عضو جس کا دھونا فرض ہے ۔ اس کی چوتھائی مُراد ہے ۔ مثلاً پاؤں ٹخنوں سمیت دھویا جاتا ہے تو اُس کا چوتھائی مُراد ہے

(۲) معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اتنی نجاست بدن یا کپڑے پر لگی ہوا ور نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ مکروہ ہوگی اور قصداً اتنی نجاست بھی لگی رکھنا جائز نہیں ۔

(۳) ہتھیلی کے گہراؤ سے مطلب وہ گہراؤ ہے جو پھیلی ہوئی ہتھیلی میں ہو جتنی جگہ میں پانی ٹھہر جائے ۔ وہ ایک روپیہ کے برابر ہی ہوتا ہے ۔

نجاستِ حکمیہ کی قسمیں نجاستِ حکمی جس کو حدث بھی کہتے ہیں ۔ اس کی دوٗ قسمیں ہیں ۔ حدثِ اصغر یعنی چھوٹا حدث ۔ جس سے پاک ہونے کے لئے وضو کرنا پڑتا ہے ۔

وہ تمام[1] چیزیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے" حدثِ اصغر ہیں۔
حدثِ اکبر (بڑا حدث) جس سے پاک ہونے کے لئے غسل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً جنابت[2] کا ہو جانا۔

سوالات

(۱) نجاستِ غلیظہ کیا کیا چیزیں ہیں؟

(۲) نجاستِ غلیظہ اور خفیفہ۔ نجاستِ حقیقی کی قسمیں ہیں یا نجاستِ حکمی کی۔

(۳) حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر کون سی نجاست کی قسمیں ہیں؟

(۴) حدثِ اصغر سے کیا واجب ہوتا ہے اور حدثِ اکبر سے کیا؟

(۵) ہتھیلی کے گہراؤ سے کیا مطلب ہے؟

(۶) نجاستِ غلیظہ کتنی معاف ہے اور معاف ہونے کا کیا مطلب ہے؟

(۷) کپڑے سے مراد پورا کپڑا ہوتا ہے یا کچھ اور مراد ہوتا ہے؟

---

[1] یعنی (۱) پاخانہ پیشاب کرنا۔ یا ان دونوں راستوں سے کسی اور چیز کا نکلنا (۲) ریح یعنی ہوا کا پیچھے سے نکلنا (۳) بدن کے کسی مقام سے خون یا پیپ کا نکل کر بہہ جانا (۴) منہ بھر کے قے کرنا۔ (۵) لیٹ کر یا سہارا لگا کر سو جانا (۶) بیماری یا کسی اور وجہ سے بے ہوش ہو جانا (۷) دیوانہ ہو جانا (۸) نماز میں کھِل کھِلا کر ہنسنا۔

[2] یعنی نہانے کی ضرورت خواہ وہ مجامعت اور احتلام کی صورت سے ہو یا حیض و نفاس کی شکل میں، یہ چار چیزیں وہ ہیں جن سے غسل فرض ہو جاتا ہے اور ان کو موجباتِ غسل کہا جاتا ہے یعنی غسل کو فرض کرنے والی چیزیں۔

(۱۰) غسل [1]

غسل۔ یعنی (نہانے) کی بھی شرعی لحاظ سے تین قسمیں ہیں۔
فرض[1]۔ سنت[2]۔ مستحب[3]۔

۱۔ غسل فرض۔ "حدثِ اکبر"[2] کے وقت غسل فرض ہوتا ہے اور حدثِ اکبر کے ساتھ رہنا حرام ہوتا ہے۔

۲۔ غسل مسنون یہ ہیں:۔
جمعہ[1] کی نماز کے لئے غسل کرنا۔ دونوں[2] عیدوں کی نماز کے لئے غسل کرنا۔ اور حج کا احرام[3] باندھنے سے پہلے اور عرفات[4] میں ٹھہرنے کے لئے غسل کرنا۔

۳۔ غسل مستحب۔ بہت ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔
شعبان[1] کے مہینہ کی پندرھویں رات میں جسے شبِ برات کہتے ہیں، غسل کرنا۔ سورج[2] گرہن یا چاند گرہن کی نماز کے لئے غسل کرنا۔ نمازِ استسقاء[3] کے لئے غسل کرنا۔ مکہ معظمہ[4] یا مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا۔ میت[5] کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کا غسل کرنا غیر مسلم کا مسلمان ہونے کے بعد غسل کرنا وغیرہ

---

[1] غسل۔ غین کے پیش کے ساتھ۔ نہانا۔ اور غین کے زبر کے ساتھ دھونا۔

[2] حدثِ اکبر۔ یعنی نہانے کی ضرورت تفصیل پہلے حاشیہ میں گذر چکی ہے۔ مزید تفصیل کی اگر ضرورت ہو تو نور الاصباح ترجمہ نور الایضاح یا بہشتی گوہر وغیرہ کا مطالعہ کریں

غسل کا طریقہ یہ ہے۔ اوّل دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئے جائیں پھر استنجا کیا جائے اور اگر بدن پر ناپاکی لگی ہو تو اس کو دھویا جائے۔ پھر وضو کیا جائے۔ پھر تھوڑا پانی ڈال کر تمام بدن کو ملا جائے۔ پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہایا جائے۔ اوّل سر پر پانی ڈالا جائے، پھر داہنے مونڈھے پر، پھر بائیں مونڈھے پر۔

غسل کے فرض کلّی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ تمام بدن پر اس طرح پانی بہانا کہ بال[1] برابر بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔

غسل کی سنّتیں (۱) بسم اللہ پڑھنا (۲) دونوں ہاتھ گٹّوں (پہنچوں) تک دھونا (۳) استنجا کرنا (۴) بدن پر جہاں نجاست لگی ہو اُس کو دھو ڈالنا (۵) وضو کرنا۔ لیکن اگر نہانے کی جگہ پانی جمع ہوتا ہو تو پاؤں بعد میں دھوئے جائیں (۶) ناپاکی کی حالت سے نکلنے کی نیت کرنا (۷) تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے مکروہات غسل میں یہ چیزیں مکروہ ہیں۔ (۱) زیادہ پانی بہانا (۲) ننگے ہونے کی حالت میں کلام کرنا یا قبلہ کی طرف منھ کرنا (۳) سنّت کے خلاف غسل کرنا۔

---

[1] چنانچہ ناک یا کان میں اگر کوئی سوراخ ہے تو اُس میں بھی پانی پہنچانا فرض ہے۔ ناف کی سلوٹ میں بھی پانی پہنچایا جائے۔ داڑھی اور سر کے بالوں کی جڑوں میں بھی پانی پہنچایا جائے۔ البتہ عورتوں پر یہ لازم نہیں ہے کہ گندھے ہوئے بال کھولیں صرف بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچا دینا کافی ہے۔ اگر بدن پر آٹا یا موم وغیرہ لگا ہوا ہو تو اُس کو چھڑا کر پانی پہنچا دیا جائے۔ اسی طرح جہاں جہاں پانی نہ پہنچنے کا خیال ہو وہاں پانی پہنچایا جائے۔

غسل کے متعلق متفرق مسئلے

(۱) خاص طور پر غسل کی نیت کرنا ضروری نہیں۔ پس اگر غسل کی حاجت تھی وہ کسی وجہ سے دریا میں گر پڑا جس سے تمام بدن تر ہوگیا۔ یا یونہی بارش میں کھڑا ہوگیا اور تمام بدن پر پانی بہہ گیا تو اُس کا غسل ہوگیا۔ شرط یہ ہے کہ ناک میں بھی پانی پہنچ جائے اور کلی بھی کرلے۔

(۲) اگر غسل سے پہلے وضو نہیں کیا۔ تو غسل کے اندر وضو بھی ہوگیا اب نماز کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔

(۳) غسل خانے میں یا کسی ایسے مقام پر جہاں دوسرے آدمی کی نگاہ اُس کے سَتر پر نہ پڑے ننگے بدن نہانا جائز ہے مگر اس حالت میں قبلہ کی طرف مُنھ کرنا جائز نہیں۔

سوالات

(۱) غسل کا طریقہ بیان کرو۔

(۲) اگر کوئی نہر یا دریا میں گر کر سارا بھیگ گیا تو غسل ہو جائے گا یا نہیں؟

(۳) اگر کسی نے غسل کر لیا مگر وضو نہیں کیا تو اس کو نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۴) غسل میں کلام کرنے اور قبلہ کی طرف منھ کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۵) غسل کی سُنّتیں بیان کرو۔

(۶) غسل میں کتنے فرض ہیں اور غسل کب فرض ہوتا ہے؟

(۷) شبِ براءت میں غسل کرنا کیسا ہے؟

(۱۱) پاک کرنے کا طریقہ

(۱) نجاستِ حقیقی (غلیظہ ہو خفیفہ) کپڑے پر ہو یا بدن پر یا کسی اور چیز پر۔ تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن کپڑے کو دھوتے وقت ہر دفعہ خوب نچوڑ لینا بھی ضروری ہے۔

(۲) جو چیزیں کہ دھونے میں نچوڑی نہیں جا سکتیں۔ مثلاً تانبے وغیرہ کے برتن۔ بچھانے کے موٹے موٹے گدّے۔ فرش کی دری، بڑے قالین۔ ٹاٹ وغیرہ۔ تو اِن کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ دھو کر چھوڑ دو۔ جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو دوسری بار دھو کر چھوڑ دو۔ پھر جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو تیسری بار دھو کر چھوڑ دیا جائے۔ پاک ہو جائے گا۔

(۳) مٹی کے برتنوں کے پاک کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔ یعنی تین دفعہ دھونا اور ہر مرتبہ اتنی دیر چھوڑ دینا کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔

(۴) جمے ہوئے گھی میں اگر چوہا گر کر مر جائے تو چوہا اور اُس کے آس پاس کا گھی نکال ڈالو۔ باقی گھی پاک ہے۔ اور اگر پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر کر مر جائے تو تمام گھی ناپاک ہے۔

(۵) ناپاک گھی اور تیل کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گھی یا تیل کی برابر پانی ڈال کر جوش دو۔ پھر گھی یا تیل جو پانی کے اُوپر آ جائے اُسے اُتار لو اور تین مرتبہ اسی طرح کرو۔ وہ گھی یا تیل پاک ہو جائے گا۔

(۶) چمڑے کی چیزیں جیسے موزے، جوتے، بستربند وغیرہ اگر ان میں کوئی جسم دار (گاڑھی) ناپاکی جیسے پاخانہ۔ گوبر وغیرہ لگ جائے تو زمین یا کسی اور چیز پر رگڑ دینے سے پاک ہوجاتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ رگڑنے سے نجاست کا جسم اور اثر زائل ہوجائے۔

(۷) چمڑے کی چیزوں میں اگر پیشاب۔ شراب یا اسی طرح کی کوئی اور ناپاکی لگ جائے جو پتلی ہو تو رگڑنے سے پاک نہ ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہوگا۔

(۸) اگر پانی کے علاوہ کسی ایسی پتلی اور پاک چیز سے دھو یا جائے جو ناپاکی کو چھڑا دے[1]۔ تب بھی ناپاک چیز پاک ہوجائے گی۔

(۹) چاقو، چھری، تلوار اور لوہے کی دوسری چیزیں جبکہ وہ صاف ہوں۔ اُن پر زنگ نہ ہو۔ ایسے ہی چاندی، تانبے، المونیم، پیتل وغیرہ دھاتوں کی چیزیں۔ شیشہ۔ ہاتھی دانت یا ہڈی کی چیزیں اور چینی کے برتن، جبکہ صاف ہوں اور اُن پر اُبھرے ہوئے نقش نہ ہوں، ایسی طرح رگڑنے سے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے پاک ہوجاتی ہیں۔

(۱۰) وہ چیزیں جن پر اُبھرے ہوئے نقش ہوں۔ یعنی ایسے نقش ہوں جن سے وہ چیز سپاٹ نہ رہے بلکہ اُس میں اونچ نیچ ہوجائے تو صرف رگڑنے سے پاک[2] نہ ہوں گی بلکہ اُن کا دھونا ضروری ہوگا۔

---

[1] جیسے سرکہ یا تربوز کا پانی یا ناریل کا پانی مگر تیل سے پاک نہ ہوگی۔ کیونکہ تیل چھڑاتا نہیں بلکہ اور چمٹا دیتا ہے [2] کیونکہ اُبھرے ہوئے نقش اور کھدے ہوئے پھول بوٹوں اور لکیروں میں ناپاکی کے رہ جانے کا احتمال رہتا ہے۔ اگر صرف رنگ کے نقش ہوں کھدے ہوئے نہ ہوں تب وہ صرف رگڑنے سے پاک ہوجائیں گی۔

(۱۱) زمین پر پیشاب شراب وغیرہ ناپاکی گر جائے تو جب وہ خشک ہوجائیگی اور ناپاکی کا اثر یعنی رنگ و بُو وغیرہ جاتا رہے گا تو زمین پاک ہوجائیگی۔

(۱۲) اینٹ اور پتھر جو عمارت میں لگے ہوں۔ ایسے ہی پکی اینٹوں یا پتھر کا فرش۔ اگر ان پر ناپاکی لگ جائے تو خشک ہوجانے اور نجاست کا اثر جاتے رہنے سے پاک ہوجاتے ہیں۔

(۱۳) نجس چیز مثلاً گوبر جب جل کر راکھ ہوجائے تو وہ راکھ پاک ہے۔

سوالات

(۱) مٹی کا برتن دھونے سے پاک ہوجاتا ہے یا نہیں اور اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

(۲) فرش کی بڑی دری کس طرح پاک کی جائے؟

(۳) گھی میں اگر چوہا گر کر مر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) چینی یا کانچ کے برتن دھونے کے علاوہ کسی اور صورت سے بھی پاک ہو سکتے ہیں؟

(۵) چینی اور دھات کے نقشین برتنوں کا پانی سے دھونا کیوں ضروری ہے۔

(۶) جوتا اگر پاخانہ یا گوبر سے سَن جائے تو وہ کس طرح پاک ہوجاتا ہے۔

(۷) اگر جوتا پیشاب میں بھیگ جائے تو اُس کو کس طرح پاک کیا جائے؟

(۸) ناپاک زمین کس طرح پاک ہوجاتی ہے؟

(۹) پانی کے علاوہ کسی اور پتلی چیز سے دھویا جائے تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ اور اس پتلی چیز کے لئے کیا شرط ہے؟

(۱۲) پانی کے احکام

وہ پانی جن سے وضو یا غسل جائز ہے

(۱) بارش کا پانی (۲) چشمے یا کنوئیں کا پانی (۳) ندی یا سمندر کا پانی (۴) پگھلی ہوئی برف یا اولوں کا پانی (۵) بڑے تالاب یا بڑے حوض کا پانی (۶) وہ پانی جس میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ مزے اور بُو میں کچھ فرق آگیا۔ لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی، نہ پانی کے پتلے ہونے میں فرق آیا۔ جیسے بہتے ہوئے پانی میں کچھ ریت مل گیا یا پانی میں زعفران پڑ گیا اور اُس کا ہلکا سا رنگ آگیا[۱] (۷) وہ پانی جس میں کوئی ایسی چیز پکائی گئی جس سے پانی کا میل کچیل[۲] صاف کرنا مقصود ہے اور اُس کے پکانے سے پانی گاڑھا نہیں ہوا تو ان سب پانیوں سے وضو کرنا اور غسل کرنا جائز ہے۔

وہ پانی جن سے وضو یا غسل جائز نہیں

(۱) پھل یا درخت کا نچوڑا ہوا پانی[۳] (۲) وہ پانی جس میں پاک[۴] چیز مل گئی۔ یا کوئی پاک[۵] چیز پکائی گئی اور ایسا ہوگیا کہ بول چال میں اُس

---

[۱] مثلاً کنوئیں کے پانی میں پتے پڑتے رہے اور اُن سے اس کے رنگ، مزہ اور بُو میں فرق آگیا اس سے وضو یا غسل جائز ہے [۲] جیسے مُردہ نہلانے کے لئے بیری کی پتیاں ڈال کر پکاتے ہیں [۳] جیسے تربوز یا ناریل کا پانی یا گنے کا رس [۴] جیسے مثلاً کپڑا رنگنے کے لئے زعفران یا رنگ پانی میں گھولا۔ یا اتنا دودھ مل گیا کہ دودھ کا رنگ غالب آگیا یا شکر ڈال کر شربت بنا لیا [۵] مثلاً مولی یا گاجر ڈال کر پکایا گیا۔ یا مثلاً شوربا۔ یا سوپ وغیرہ۔

کو پانی نہیں کہتے۔ شوربا۔ عرق وغیرہ کہتے ہیں۔ (۳) وہ پانی جس کا رنگ۔ بو اور مزہ کسی پاک چیز کے مل جانے سے بدل گیا ہو اور پانی گاڑھا ہوگیا ہو۔ (۴) ایسا پانی جو تھوڑا[1] ہو اور اُس میں ناپاک چیز گر گئی ہو۔ یا کوئی بہتے[2] خون والا جانور گر کر مر گیا ہو (۵) آبِ مستعمل یعنی وہ پانی جس سے وضو یا غسل کیا گیا ہو (۶) وہ زیادہ پانی (آبِ کثیر) اور وہ بہتا پانی (آبِ جاری) جس پر نجاست کا اثر غالب ہو۔ یعنی اُس کا رنگ۔ بُو۔ مزہ بدل گیا ہو (۷) حرام جانوروں کا جھُوٹا پانی۔

اِن سب پانیوں سے وضو یا غسل کرنا درست نہیں۔

کونسا پانی کب ناپاک ہوتا ہے اگر پانی بہہ رہا ہے۔ جیسے ندی۔ نہر یا گول[3] یا نالی کا پانی تو وہ اس وقت ناپاک ہوگا جبکہ ناپاکی کی وجہ سے اُس کا رنگ بُو بدل جائے۔ محض ناپاکی گر جانے یا کسی جانور کے مر جانے سے ناپاک نہیں ہوگا۔ اور اگر پانی بہہ نہیں رہا ہے بلکہ ٹھیرا ہوا ہے جیسے تالاب۔ گڑھے۔ حوض یا کنوئیں کا پانی تو وہ اگر کثیر[4] ہے تو اُس کا وہی حکم ہے جو بہتے پانی کا۔ یعنی جب تک پانی کی تینوں وصفوں میں سے کوئی ایک وصف نہ بدل جائے، پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر قلیل ہے تو ناپاکی کے پڑ جانے سے فوراً ناپاک ہو جائے گا۔

---

[1] یعنی وہ دہ در دہ نہ ہو اور نہ بہتا پانی ہو [2] یعنی وہ جانور جس میں دمِ مسفوح (بہتا ہوا خون) ہو [3] گول چھوٹی سی نہر کو کہتے ہیں [4] کثیر اور قلیل کی تفسیر آگے آئے گی۔ دیکھو تشریحات نمبر ۴

تشریحات

(۱) غسل یا وضو کرتے وقت جو پانی بدن سے گرتا ہے اگر بدن پر نجاست حقیقی نہ ہو تو یہ ناپاک تو نہیں ہوتا مگر اس میں کسی چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی نہیں رہتی۔ ایسا پانی مستعمل پانی کہلاتا ہے۔

مستعمل پانی اگر غیر مستعمل میں مل جائے تو اُس کا حکم یہ ہے کہ جب تک مستعمل پانی کی مقدار غیر مستعمل سے کم رہے۔ اُس وقت تک اُس سے وضو اور غسل جائز ہے اور جب مستعمل پانی کی مقدار غیر مستعمل کی برابر یا اُس سے زیادہ ہو جائے تو اس سے وضو اور غسل ناجائز ہے۔

(۲) پانی کے تین وصف مانے جاتے ہیں۔ رنگ۔ مزہ۔ اور بُو۔

(۳) بہنے والا پانی ایسے پانی کو کہا جائے گا جو کم سے کم گھاس کے تنکے یا پتّے کو بہا کر لے جائے۔ خواہ وہ کتنا ہی آہستہ آہستہ بہتا ہو۔

(۴) جو پانی بہتا ہوا نہیں ہے بلکہ ٹھیرا ہوا ہے جیسے حوض یا تالاب کا پانی۔ تو اگر وہ دس ہاتھ لانبا۔ دس ہاتھ چوڑا۔ اور کم از کم اتنا گہرا ہے کہ اگر چُلّو سے پانی اُٹھائیں تو زمین نہ کُھلے۔ وہ "آبِ کثیر" کہلاتا ہے اور یہ بہتے پانی کے حکم میں ہے اور اِس کو دِہ در دِہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر اتنا نہیں ہے تو آبِ قلیل کہلاتا ہے۔

(۵) حوض یا تالاب وغیرہ کی چند صُورتیں ہیں۔ اگر مربع (چوکور) ہے تو کم از کم دس ہاتھ لانبا اور دس ہاتھ چوڑا ہونا چاہیئے۔ اگر گول ہو تو اُس کی گولائی چھتیس ہاتھ ہونی چاہیئے۔ اور تین کونا ہو تو ہر طرف ساڑھے پندرہ

ہاتھ[1] ہونا چاہیئے اور اگر لمبائی زیادہ ہو اور چوڑائی کم ہو تو دیکھا جائے گا کہ لمبائی اور چوڑائی کا مجموعہ[2] دہ دَردہ کی برابر ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو جائے تو دِہ دَردہ کا حکم رکھے گا۔[3] ورنہ نہیں۔

(۶) اگر حوض دس گز لمبا دس گز چوڑا ہے۔ مگر اس کو چاروں طرف سے یا کسی ایک طرف سے پاٹ دیا گیا ہے۔ اگر پٹی ہوئی چھت یا ڈاٹ پانی سے اونچی اور الگ رہتی ہے تو وہ حوض ٹھیک ہے اور اگر پانی سے لگی رہتی ہے تو وہ حوض ٹھیک نہیں اور تھوڑے پانی کا حکم رکھے گا۔

خلاصہ یہ کہ پانی کا اتنا حصّہ معتبر ہے جتنا اُوپر سے کھلا ہوا ہو یعنی کسی چیز سے لگا ہوا نہ ہو۔ اس کی مقدار شرعی مقدار کی برابر ہونی چاہیئے اور اگر کھلا ہوا حصّہ کم ہے تو نیچے سے چاہے کتنا زیادہ ہو، اُس کا

---

[1] اس موقع پر ذراع کا لفظ استعمل ہوتا ہے۔ ذراع کا ترجمہ ہاتھ بھی ہے اور گز بھی۔ یعنی شرعی گز کو بھی ذراع کہتے ہیں۔ یہ انگریزی گز سے نو گرہ ہوتا ہے (تعلیم الاسلام حصّہ سوم)

[2] یعنی سو ہاتھ۔ پس اگر دو ہاتھ چوڑا ہو تو پچاس ہاتھ لانبا ہونا چاہیئے۔ اور چار ہاتھ چوڑا ہو تو پچیس ہاتھ لانبا ہونا چاہیئے اور اگر پانچ ہاتھ چوڑا ہو بیس ہاتھ لانبا ہونا چاہیئے

[3] علمائے کرام نے عام مسلمانوں کی سہولت کے لئے یہ تفصیل کردی ہے۔ ورنہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ جو شخص پانی کا ضرورت مند ہے اسی کا اندازہ معتبر ہوگا۔ اگر اس کے اندازہ میں وہ پانی اتنا زیادہ ہے کہ ناپاکی اس میں اثر نہیں کرسکتی تو اس پانی سے وضو اور غسل جائز ہوگا ورنہ اُسس کو تیمم کرنا ہوگا۔ وضو یا غسل جائز نہیں ہوگا۔

اعتبار نہیں۔ ؎۱

(۷) دِہ دَردہ تالاب یا حوض میں اگر ایسی نجاست پڑ جائے جو پڑ جانے کے بعد دکھائی نہیں دیتی جیسے پیشاب شراب وغیرہ تو چاروں طرف وضو کرنا درست ہے۔ جدھر چاہے وضو کر لے اور اگر ایسی نجاست پڑ جائے جو دکھائی دیتی ہے جیسے مُردار۔ تو وہ ناپاکی جہاں پڑی ہو تو اُس طرف وضو نہ کرے۔ کسی دوسری طرف وضو کرے۔

(۸) اگر پانی آہستہ آہستہ بہتا ہو تو اُس میں جلدی جلدی وضو نہ کرے تاکہ جو دھوون گرتا ہے وہی ہاتھ میں نہ آجائے۔

(۹) دِہ دَردِہ حوض میں جہاں دھوون گرا ہے، اگر وہیں سے پانی لے لیا تو اس میں خرابی نہیں۔

(۱۰) جنگل میں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اُس کی ناپاکی کا یقین نہ ہو جائے اُس سے وضو کیا جائے۔ فقط اس وہم پر وضو نہیں چھوڑی جائیگی کہ شاید ناپاک ہو۔

(۱۱) دُھوپ کے جلے ہوئے پانی سے سفید داغ ہو جانے کا ڈر ہے۔ اس لئے اِس سے وضو یا غسل نہ کرے۔

؎۱ تعلیم الاسلام حصّہ سوم۔

سوالات

(۱) آبِ کثیر اور آبِ قلیل کی تعریف بتاؤ۔

(۲) بہتے ہوئے پانی سے کیا مُراد ہے۔ یعنی کم سے کم کس رفتار سے بہنا چاہیئے؟

(۳) آبِ کثیر کب ناپاک ہوتا ہے؟

(۴) مستعمل پانی کسے کہتے ہیں۔ اور اگر وہ غیر مستعمل میں مل جائے تو کیا حکم ہے؟

(۵) پانی کے اوصاف بیان کرو۔

(۶) دہ در دہ کا مطلب اور حکم بتاؤ۔

(۷) حوض اگر لانبا ہو تو کتنی چوڑائی کتنی لمبائی ہونی چاہیئے۔

(۸) حوض کا اوپر کا حصہ اگر پٹا ہوا ہو تو کیا حکم ہے۔

(۹) وہ پانی بتاؤ جس سے وضو یا غسل درست ہو۔

(۱۰) غسل کے پانی سے غسل کرنے اور کپڑے دھونے کا کیا حکم ہے

وہ جانور جن کا جھوٹا پانی ناپاک ہے

کتّے[1]۔ خنزیر[2] اور درندہ[3] کا جھوٹا ناپاک ہے بلی۔ اگر چوہا یا کوئی اور جانور کھاکر فوراً پانی پی لے تو اُس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

جس آدمی نے شراب پی[4] اور فوراً پانی پی لیا تو اُس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

وہ جانور جن کا جھوٹا پانی مکروہ ہے

چوہا۔ چھپکلی۔ کھُلی پھرنے والی مُرغی۔ نجاست کھانے والی گائے۔ بھینس۔ بکری۔ کوّا۔ چیل۔ شکرہ اور تمام گوشت خور پرندوں کا جھوٹا پانی مکروہ ہے۔ بلّی کا جھوٹا بھی مکروہ ہے (بشرطیکہ فوراً چوہا نہ کھایا نہ ہو۔ ورنہ ناپاک ہے۔)

کن کا جھوٹا پانی پاک ہے

(۱) آدمی کا جھوٹا پاک ہے۔ خواہ اُس کا کوئی مذہب ہو۔ کوئی ذات ہو۔

(۲) ایسے ہی حلال جانور۔ جیسے گائے۔ بکری۔ کبوتر۔ فاختہ وغیرہ کا جھوٹا بھی پاک ہے (۳) گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

---

[1] خنزیر۔ سور [2] درندہ۔ پھاڑنے والا۔ یعنی گوشت خور جانور جیسے شیر بھیڑیا۔ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہاں گوشت خور چوپائے مُراد ہیں۔ کیونکہ درندہ پرند یعنی گوشت خور پرندوں کا جھوٹا مکروہ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے [3] یا کوئی اور ناپاک چیز کھائی اور فوراً پانی پی لیا (مراقی الفلاح) اسی طرح اگر کوئی شخص منہ بھر قے کرے پھر فوراً پانی پی لے تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

ایسے جانور جن کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا

وہ جانور جو پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور رہتے ہیں۔ جیسے مچھلی۔ مینڈک[1] وغیرہ۔ اور وہ جانور جن میں بہتا خون نہیں ہے۔ جیسے مکھی، مچھر، بھڑ، چیونٹی وغیرہ۔ ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

جو جانور پانی میں رہتے ہیں لیکن اُن کی پیدائش پانی کی نہیں، جیسے بطخ۔ مرغابی وغیرہ۔ یہ اگر پانی میں مرجائیں تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

سوالات

(۱) بھنگی۔ چمار کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

(۲) کسی مسلمان نے شراب پی اور پھر پانی پی لیا تو اُس کا کیا حکم ہے؟

(۳) بلی کے جھوٹے کا کیا حکم ہے اور وہ کب ناپاک مانا جاتا ہے؟

(۴) اگر پانی میں بطخ مرجائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا یا پاک رہے گا؟

(۵) اگر مرد یا عورت پر غسل واجب ہے تو اُس کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

---

[1] اگر خشکی کے مینڈک میں خون ہوتا ہو تو اُس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(فائدہ) پانی کے مینڈک کی پہچان یہ ہے کہ اُس کی انگلیوں کے بیچ میں جھلی لگی ہوتی ہے اور خشکی کے مینڈک کی انگلیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔

کنوئیں کا بیان

کنواں کب ناپاک ہوتا ہے

(۱) کنوئیں میں کسی[1] قسم کی کوئی ناپاکی گر جائے۔

(۲) کوئی بہتے خون[2] والا جانور گر کر مر جائے۔ یا اُس کا کوئی عضو[3] کٹ کر گر جائے (۳) کوئی ایسا جانور گر جائے جس کا جھوٹا ناپاک ہو۔ (۴) کوئی ایسا آدمی یا ایسا جانور گر جائے جس کے بدن پر ناپاکی لگی ہو تو ان سب صورتوں میں کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

پس آدمی یا حلال جانور یا وہ حرام جانور جس کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے اور اُن کے بدن پر کوئی ناپاکی بھی نہیں لگی ہوئی ہے، کنوئیں میں گر جائیں اور زندہ نکل آئیں تو جب تک اُن کا یقین نہ ہو جائے کہ انھوں نے کنوئیں میں پیشاب یا پاخانہ کر دیا ہے، کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔

کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ

(۱) کنوئیں میں ناپاکی گر جائے (۲) آدمی۔ سور۔ کتا۔ بکری یا دو بلیاں یا اُن سے بڑا کوئی جانور گر کر مر جائے۔

(۳) کوئی بہتے خون والا جانور کنوئیں میں گر کر پھول جائے یا پھٹ

---

[1] وہ نجاستِ غلیظہ ہو یا نجاستِ خفیفہ [2] بہتے خون سے مراد وہ خون جو گاڑھا ہو اور دھوپ میں سیاہ ہو جائے۔ مچھلی وغیرہ میں جو سُرخ پانی نکلتا ہے اُس کو بہتا خون نہیں کہا جاتا۔ [3] مثلاً چوہے کی دُم یا چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہو۔ اُس کی دُم کٹ کر گر پڑی تو کنواں ناپاک ہو گیا (کبیری)

جائے خواہ وہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔

(۴) کوئی جانور جو کنوئیں سے باہر مرا اور پھول گیا یا پھٹ گیا اور پھر کسی طرح کنوئیں میں گرا۔

اِن سب صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی[1] نکالا جائے گا۔

(۵) اگر کبوتر۔ مرغی۔ بلی یا اُن کی برابر کوئی اور جانور گر کر مر گیا لیکن پھولا یا پھٹا نہیں تو چالیس ڈول اور احتیاطاً ساٹھ ڈول نکالے جائیں۔

(۶) چوہا۔ چڑیا۔ یا اتنا ہی بڑا کوئی اور جانور گر کر مر گیا۔ لیکن پھولا، یا پھٹا نہیں تو بیس۲۰ ڈول اور احتیاطاً تیس۳۰ ڈول نکالے جائیں۔

(۷) مرے ہوئے جانور کے کنوئیں میں گرنے کا وہی حکم ہے جو کنوئیں میں گر کر مر جانے والے کا۔[2]

(۸) اگر کنوئیں میں سے مرا ہوا جانور نکلے اور معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے تو جس وقت سے دیکھا گیا ہے اُسی وقت سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا۔

(۹) پہلے اُس چیز کو نکالنا ضروری ہے جس سے کنواں ناپاک ہوا ہے۔ اس کے بعد پانی نکالا جائے گا اور اگر وہ چیز نہیں نکالی گئی تو کنواں پاک

---

[1] تمام پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا نکالیں کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے اور اگر کنوئیں میں اتنا بڑا سوت ہے کہ سب پانی نہیں نکل سکتا، جتنا پانی نکالتے ہیں اتنا ہی اور آجاتا ہے تو جتنا پانی کنوئیں میں اس وقت موجود ہے اندازہ کرکے اسی قدر نکال ڈالیں اور یہ دونوں باتیں نہ ہو سکیں تو تین سو ڈول نکلوا دیں۔ تین سو ڈول نکلوانے کو سارا پانی نکلوانا سمجھا جائے گا۔

[2] یعنی اگر بکری یا بکری سے بڑا جانور ہے تو سارا پانی۔ بلی یا بلی کی برابر ہے تو چالیس سے ساٹھ تک بلی سے چھوٹا ہے تو بیس۲۰ سے تیس۳۰ تک۔

نہیں ہوگا خواہ کتنا ہی پانی نکالا جائے۔

(۱۰) البتہ اگر کوشش کے باوجود وہ چیز نہ نکل سکے تو اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود تو پاک ہوتی ہے صرف ناپاکی لگنے سے ناپاک ہوگئی تھی، جیسے ناپاک گیند۔ یا ناپاک کپڑا۔ تب معاف ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود ناپاک ہے جیسے مُردہ جانور۔ مثلاً چوہا وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ گل سڑ کر مٹی ہوگئی ہے اُس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوسکتا اور جب یہ یقین ہوجائے اُس وقت سارا پانی نکال دیں کنواں پاک ہوجائے گا۔

(۱۱) اگر کنوئیں میں کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گرجائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا، اونٹ، بھیڑ یا بکری کی دو چار مینگنیوں کے گرجانے سے بھی کنواں ناپاک نہیں مانا جاتا۔ مُرغی یا بطخ کی بیٹ گرجائے تو کنواں ناپاک ہوجائے گا۔

(۱۲) **ڈول کتنا بڑا ہو** اوپر بیان کی ہوئی گنتی کے لئے اتنے بڑے ڈول معتبر ہوں گے جو اُس کنوئیں پر عام طور سے استعمال ہوتے ہیں۔ اور اگر لوگ چھوٹے بڑے ڈولوں سے پانی بھرتے ہیں تو درمیانی[۱] ڈول کا اعتبار ہوگا۔

(۱۳) جتنے ڈول نکالنے ہیں اگر وہ کئی مرتبہ کرکے نکالیں تب بھی جائز ہے کنواں پاک ہوجائے گا۔

(۱۴) اگر اتنے بڑے ڈول سے پانی نکالا جس میں بہت پانی سماتا ہے

---

[۱] درمیانی ڈول سے ایسا ڈول مراد ہے جس میں ساڑھے تین سیر پانی بھرجائے ۔ مثلاً اگر ساٹھ ڈول نکالنے ہیں تو اگر صبح کو بیس دوپہر کو بیس اور شام کو بیس ڈول نکال دیں تو یہ بھی جائز ہے۔

تو درمیانی ڈول سے اُس کا حساب[1] لگا لیا جائے گا۔

(۱۵) جب اتنا پانی نکال ڈالا جتنا نکالنا چاہیئے تھا تو کنواں، ڈول اور رسّی سب پاک ہو گئے۔

سوالات

(۱) کنوئیں سے چوہا اگر زندہ نکل آئے تو کیا حکم ہے اور مرجائے تو کتنے ڈول نکالے جائیں گے؟

(۲) مرغی اگر کنوئیں میں گر کر مرجائے تو کتنے ڈول نکالے جائیں گے اور اگر باہر مر کر گر جائے تو کتنے ڈول نکالے جائیں گے؟

(۳) ایک بکری اور دو بلیوں کے کنوئیں میں گر کر مرجانے کا حکم ایک ہے یا کچھ فرق ہے؟

(۴) اگر ایک بلّی کنوئیں میں گر کر مرجائے تو کتنے ڈول نکالے جائیں گے اور کتنے چرس نکالنے ہونگے؟

(۵) اگر چوہا کنوئیں میں گر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو کنوئیں کا کیا حکم ہے اور اس صورت میں کتنے ڈول نکالے جائیں گے؟

(۶) تین سو ڈول نکال دیئے اور کنوئیں میں سے ناپاکی نہیں نکلی تو کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

(۷) ڈول، رسّی اور کنوئیں کی دیواریں کس طرح پاک ہوتی ہیں؟

(۸) کبوتر کی بیٹ اگر کنوئیں میں گر جائے تو کیا حکم ہے اور مُرغی کی بیٹ کا کیا حکم ہے اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں پاک رہے گا یا ناپاک ہو جائے گا؟

(۹) اگر کوئی جانور باہر گر کر مر گیا اور پھر کنوئیں میں گرا یا باہر مر کر پھٹ گیا پھر کنوئیں میں گرا تو اُن کے کیا احکام ہیں؟

---

[1] مثلاً چرس سے پانی نکالا جس میں دس ڈول پانی سماتا ہے تو سمجھا جائے گا کہ دس ڈول پانی نکال دیا گیا۔ اور اگر ڈول اتنا بڑا ہے کہ درمیانی قسم کے دو ڈولوں کی برابر ہے تو اُس کو دو ڈول سمجھا جائے گا۔

تَیَمُّمْ

اللہ تعالیٰ کے اس بہت بڑے احسان کا شکر کس طرح ادا کریں کہ اُس نے ہمیں ایسے دین سے نوازا ہے جو بہت سہل اور آسان ہے۔

اِس پاک دین کا ہر ایک حکم آسان، پھر ہماری کمزوریوں اور مجبوریوں کا خیال کرتے ہوئے آسان حکموں میں بھی آسانیاں رکھ دی گئی ہیں۔

وضو کی مثال لیجیئے۔ کس قدر آسان کام ہے۔ صرف چار عضو دھونے پڑتے ہیں۔ اور ظاہر و باطن کی پاکیزگی ہوجاتی ہے۔ طبیعت تازہ ہوتی ہے۔ اللہ کا نام لینے میں دِل لگتا ہے اور کمال یہ ہے کہ جیسے جیسے وضو کا پانی اعضا سے ڈھلتا رہتا ہے اِن اعضا کے گناہ بھی جھڑتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وضو کرتے کرتے ہاتھ پاؤں کے گناہوں سے اِنسان پاک و صاف ہوجاتا ہے۔[۱]

کتنا معمولی کام اور کتنا بڑا ثواب۔ لیکن قربان جائیے اِس آسان دین:

---

[۱] ترمذی شریف وغیرہ۔ مگر یہ خیال رہے کہ صغیرہ گناہ جھڑتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں کی معافی اس طرح نہیں ہوتی۔ اُن کے لئے دل کا خشوع اور سچی توبہ ضروری ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ۔ یہ بھی خیال رہے کہ حدیث و قرآن میں ذنب اور سیئہ کا لفظ آیا ہے۔ سیئہ اور ذنب صغیرہ گناہوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی یخرج نقیًا من الذنوب (ترمذی شریف)

کے آسان حکم میں بھی آسانیاں رکھ دی ہیں ۔ مثلاً اگر طبیعت خراب ہے اور وضو کرنے سے تکلیف بڑھ جانے کا خطرہ ہے تو ایک اور طریقہ بتادیا گیا ہے ۔ جس کو تیمم کہا جاتا ہے ۔

تیمم میں صرف پاک مٹی پر ہاتھ پھیر کر دونوں ہاتھ اور چہرہ پر ہاتھ پھیر لئے جاتے ہیں اور وضو اور غسل کا کام ہو جاتا ہے ۔ یعنی آپ نجاستِ حکمیہ سے ایسے ہی پاک ہو جاتے ہیں جیسے وضو اور غسل کرنے سے پاک ہو جاتے ہیں ۔ اب تیمم کی حقیقت اور اُس کے حکم ملاحظہ فرمایئے ۔

تیمم کے معنیٰ عربی میں تیمم ارادہ کرنے کو کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ :۔

تیمم کی تعریف وضو یا غسل کی ضرورت کے وقت نجاستِ حکمیہ سے پاک ہونے کے لئے مٹی یا ایسی چیز کو جو مٹی کے حکم میں ہے خاص طریقہ سے استعمال کرنا ۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر یا مٹی کے بڑے ڈھیلے پر مار کر اُنھیں جھاڑ لیا جائے ۔ زیادہ مٹی لگ جائے تو منہ سے پھونک مار کر مٹی جھاڑ دی جائے ۔ پھر دونوں ہاتھ چہرہ پر اس طرح پھیرے جائیں کہ بال برابر بھی کوئی جگہ نہ چھوٹے ۔ پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ پاک زمین یا پاک ڈھیلے پر مار کر اور اگر زیادہ مٹی لگ جائے تو انھیں جھاڑ کر کہنیوں سمیت دونوں

پھیر لئے جائیں[1] اور انگلیوں میں خلال کر لیا جائے۔ تاکہ کوئی حصّہ چھوٹ نہ جائے۔ اگر انگوٹھی یا چھلّا پہنے ہوئے ہو تو اُس کا اُتارنا یا اس طرح ہلانا کہ اُس کے نیچے کے حصّہ پر ہاتھ پھر جائے ضروری ہے تاکہ کوئی حصّہ بال برابر بھی ہاتھ پھرنے سے نہ چھوٹ جائے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمّم کا یہی ایک طریقہ ہے کوئی فرق نہیں ہے۔

تیمّم کے فرض صرف تین ہیں (۱) ارادہ کرنا۔ یعنی حدثِ اصغر یا حدثِ اکبر سے پاک ہونے کی نیت کرنا (۲) دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مار کر منھ پر پھیرنا (۳) دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت پھیرنا۔

تیمّم کب کر سکتا ہے تیمّم اُس وقت کر سکتا ہے جبکہ:۔ (۱) پانی ایک میل دور ہو (۲) اپنے تجربہ یا کسی پکّے حکیم کے کہنے سے اس بات کا خطرہ کہ پانی استعمال کرنے سے مرض بڑھ جائے گا۔

---

[1] انگلیوں کی طرف سے ہاتھ پھیرنا شروع کیا جائے اس طرح کہ پہلے بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے کے نیچے رکھ کر کھینچتا ہوا کہنی تک لیجائے۔ اس طرح لے جانے میں سیدھے ہاتھ کے نیچے کی طرف کا مسح ہو جائے گا۔ پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سیدھے ہاتھ کے اوپر کی طرف رکھ کر کہنی سے انگلیوں تک کھینچتا ہوا لائے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر کی جانب کو سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے۔ پھر اسی طرح سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیرے اگر انگوٹھی پہنے ہوئے تو اس کو اُتارنا یا ہلانا ضروری ہے۔ داڑھی کا خلال کرنا بھی سنّت ہے۔

(۳) دشمن کے ڈر سے پانی نہ لے سکتا ہو۔[1]

(۴) پانی کے پاس کوئی موذی جانور[2] موجود ہو۔

(۵) پانی اتنا تھوڑا ہو کہ اگر وضو کرے تو پیاسا رہ جانے کا اندیشہ ہو۔

(۶) کنواں ہو مگر ڈول رسّی نہ ہو۔

(۷) پانی موجود ہو مگر خود اُٹھ کر نہ لے سکتا ہو۔ اور کوئی دینے والا موجود نہ ہو۔

(۸) عیدین یا نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خطرہ ہو۔

ان تمام صورتوں میں تیمّم جائز ہے۔

وہ چیزیں جن پر تیمّم کیا جاسکتا ہے پاک مٹی۔ ریت۔ پتھر۔ چونا مٹی کے کچے یا پکے برتن۔ جن پر روغن نہ ہو۔ مٹی کی کچی یا پکی اینٹیں، مٹی، پتھر، چونے یا اینٹوں کی دیوار۔ گیرو۔ مُلتانی مٹی[3]۔ غبار جو کپڑے یا لکڑی پر ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ غبار اتنا ہو کہ ہاتھ مارنے سے اُڑنے لگے[4] یا اُس چیز پر ہاتھ رکھنے سے نشان پڑ جائے تب تیمّم جائز ہوگا۔

---

[1] مثلاً کنوئیں کے پاس کوئی دشمن بیٹھا ہے اگر وہاں پہنچے گا تو وہ مار ڈالے گا [2] مثلاً وہاں شیر بیٹھا ہو یا سانپ موجود ہو [3] ان چیزوں پر غبار نہ ہو مثلاً چونے یا اینٹوں کی دیوار پر غبار نہ ہو تب بھی اس پر تیمّم جائز ہے۔ مجبوری کی حالت میں کیچڑ پر تیمّم کرنا درست ہے لیکن اگر وقت میں گنجائش ہو تو کپڑے وغیرہ میں کیچڑ لے کر اس کو نچوڑ کر خشک کرے۔ جب سوکھ جائے تب اس سے تیمّم کرے [4] یعنی اتنی گرد اڑے کہ ہتھیلیوں میں اچھی طرح لگ جائے۔

وہ چیزیں جن پر تیمّم کرنا درست نہیں لکڑی، لوہا، سونا، چاندی، تانبا، پیتل، المونیم، سیسہ رانگ، جست، گیہوں، جو اور تمام غلے۔ کپڑا، راکھ۔ ان تمام چیزوں پر تیمم کرنا جائز نہیں۔ یوں سمجھو کہ جو چیزیں آگ میں پگھل جاتی ہیں یا جل کر راکھ ہوجاتی ہیں اُن پر تیمّم ناجائز ہے۔ [1]

تیمّم کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے (۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے اُن سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں غسل کا تیمّم صرف حدثِ اکبر[2] سے ٹوٹتا ہے (۲) اسی طرح اس عذر کے جاتے رہنے سے بھی تیمّم ٹوٹ جاتا ہے، جس کی وجہ سے تیمّم جائز ہوا تھا۔

تیمّم کی مُدّت جب تک پانی نہ ملے یا عُذر باقی رہے تیمّم جائز ہے اگر اسی حال میں کئی سال گذر جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں تیمّم کرتا رہے۔

---

[1] جو چیز آگ میں پگھلتی یا جلتی نہیں وہ زمین کی جنس کی چیز کہلاتی ہے پس جو چیز جنس زمین سے ہو اُس پر تیمم جائز ہے۔

[2] یعنی نہانے کی ضرورت پیش آنے سے۔

[3] یعنی اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو جب پانی مل جائے گا تیمم ٹوٹ جائے گا اور اگر بیماری وغیرہ کسی اور عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو جب وہ عذر جاتا رہے تب تیمم ٹوٹ جائے گا۔

تشریحات

(۱) میل سے شرعی میل مراد ہے جو انگریزی میل[1] سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

(۲) جب انسان کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی موجود نہیں لیکن اسے کسی کے بتانے سے یا اپنی اٹکل سے اس بات کا گمان غالب ہو جائے کہ پانی ایک میل کے اندر ہے تو پانی لانا اور وضو کرنا ضروری ہے۔ مگر جب کوئی بتانے والا بھی نہ ہو اور کسی طریقہ سے بھی پانی کا پتہ نہ چلے یا پانی کا پتہ تو چلے لیکن وہ ایک میل یا اس سے زیادہ دُور ہو تو پھر پانی لانا ضروری نہیں تیمّم کر لینا جائز ہے۔

(۳) اگر کسی کو بتانے کے لئے تیمّم کر کے دکھایا خود اپنے دل میں تیمّم کرنے کی نیت نہیں بلکہ اُس کو فقط دکھلانا مقصود ہے تو اُس کا تیمّم نہ ہوگا کیونکہ تیمّم درست ہونے کے لئے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ ہونا ضروری ہے۔

(۴) قرآن مجید پڑھنے یا چھونے کے لئے یا مسجد میں جانے یا اذان کہنے یا سلام کا جواب دینے یا کسی ایسے کام کے لئے تیمّم کیا جس کے لئے وضو کرنا فرض نہیں محض مستحب ہے تو ایسے تیمّم سے نماز جائز نہ ہوگی۔ البتہ نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت سے تیمّم کیا تو اس سے نماز جائز ہوگی۔[2]

---

[1] انگریزی میل (۱۷۶۰) گز کا ہوتا ہے۔ شرعی میل اس سے آٹھواں حصہ زیادہ ہوتا ہے یعنی تقریباً دو ہزار گز کا ہوتا ہے۔ نیز علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس طرف جا رہا ہے اس طرف دو میل کا اعتبار ہوگا۔ ایک میل وہاں معتبر ہوگا جہاں جا کر واپس آنا بھی پڑے (مراقی الفلاح)

[2] مختصر یہ کہ نماز اس تیمّم سے جائز ہے جو ایسی عبادت کے لئے کیا گیا ہو جو بذات خود مقصود ہو اور وضو کے بغیر درست نہ ہوتی ہو۔ (نور الایضاح)

(۵) ایک تیمم سے جب تک وہ ٹوٹے نہیں جتنے وقتوں کی چاہو نماز پڑھ سکتے ہو۔ اِسی طرح فرض نماز، نفل نماز اور قرآن مجید کی تلاوت اور جنازہ کی نماز اور سجدۂ تلاوت اور تمام عبادتیں جائز ہیں۔

(۶) کسی کو نہانے کی بھی ضرورت ہے اور وضو بھی نہیں ہے تو دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کافی ہوگا۔ الگ الگ تیمم کی ضرورت نہیں۔

(۷) پانی موجود ہوتے وقت قرآن مجید چھونے کے لئے تیمم کرنا درست نہیں۔

(۸) کسی نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا اور وقت ابھی باقی ہے تو نماز کا دہرانا واجب نہیں۔ تیمم سے جو نماز پڑھ چکا ہے وہ درست ہے۔

(۹) پانی ایک میل دُور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے اگر پانی لینے جائے تو وقت جاتا رہے گا۔ تو تیمم دُرست نہیں بلکہ پانی حاصل کرکے وضو کرے اور اگر وقت نکل جائے تو قضا پڑھ لے۔

(۱۰) مَردوں سے شرم کی وجہ سے یا پردہ کی وجہ سے کوئی عورت پانی لینے نہ جائے اور تیمم کرے تو یہ درست نہیں ہے۔ ایسا پردہ جس سے شریعت کا کوئی فرض چھُوٹ جائے ناجائز ہے۔ ایسی صورت میں بُرقع اوڑھ کر یا سارے بدن سے چادر لپیٹ کر جانا واجب ہے۔ البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور نہ اُن کے سامنے ہاتھ منہ کھولے۔

(۱۱) اگر پانی تھوڑا ہے کہ اس سے صرف وضو کے فرض ادا ہوسکتے

ہیں، وضو کی سنتیں ادا نہیں ہو سکتیں تو وضو ہی کرے۔ تیمم جائز نہیں[1]

(۱۲) کسی کا کپڑا یا بدن بھی نجس ہے اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی اتنا تھوڑا ملا کہ ایک کام ہو سکتا ہے دونوں کام نہیں ہو سکتے تو بدن یا کپڑا دھولے اور وضو کے عوض تیمم کرلے۔[2]

---
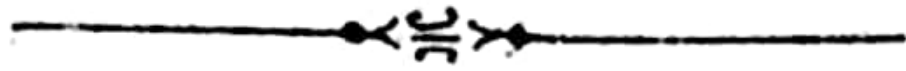
[1] یعنی ایک ایک مرتبہ ہاتھ ایک مرتبہ منھ ایک ایک مرتبہ پاؤں دھو سکتا۔ اور سر کا مسح کر سکتا ہے۔ کلی نہیں کر سکتا۔ ناک اور منھ میں پانی نہیں دے سکتا تو ایک ایک مرتبہ ہاتھ پاؤں اور منھ دھولے اور سر کا مسح کرلے۔ کلی نہ کرے اور ناک میں پانی نہ ڈالے۔

[2] کیونکہ وضو کے بدلے تو شریعت نے تیمم مقرر کر دیا ہے ناپاک بدن یا ناپاک کپڑے کے عوض کوئی چیز نہیں مقرر کی۔

نماز

آقائے دوجہان رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے"

آپؐ کا ارشاد ہے۔ نماز دین کا ستون ہے جس نے اس ستون کو ڈھایا اُس نے اپنے دین کو ڈھا دیا۔

ارشاد ہوا۔ نماز ہی ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان کو غیر مسلم سے ممتاز کرتی ہے۔

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی خصوصیت یہ فرمائی کہ نماز پڑھنے والا اپنے رب سے چپکے چپکے باتیں کرتا ہے۔

اسی وجہ سے ارشاد ہوا۔ نماز مسلمانوں کی معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بار بار حکم فرمایا۔

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۔ نماز قائم کرو۔

بار بار اُن مسلمانوں کی تعریف فرمائی جو پوری پابندی سے نماز ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو نماز میں غفلت برتتے ہیں، اُن کے متعلق ارشاد ہوا کہ تباہی اور بربادی اُن کا حصہ ہے۔ تم پڑھ چکے ہو کہ جب حبیبِ خدا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے

۱؎ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ

تشریف لے جا رہے تھے تو آپؐ کی وصیتؐ بار بار یہ تھی کہ نماز نماز۔
مختصر یہ کہ نماز اسلام کا سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض ہے۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے۔ اس کی باقاعدہ ادائیگی مسلمان کی معراج ہے۔ اِس میں غفلت تباہی اور بربادی ہے۔ اِس کا ترکؐ حرام اور اس کا انکار کفر ہے۔ معاذ اللہ۔

نماز کی قسمیں، اوقات اور رکعتوں کی تعداد

(۱) نماز کی قسمیں یہ ہیں :- فرض، واجب، سنّت موکّدہ، سنت، نفل (مستحب)

(۲) فرض نمازیں پانچ ہیں۔ صُبح کی نماز، جس کو فجر کی نماز بھی کہتے ہیں۔ ظہر کی نماز۔ عصر کی نماز۔ مغرب کی نماز۔ عشاء کی نماز۔

(۳) وقت اور رکعتوں کی تعداد

فجر کے فرض۔ دو رکعت۔ صبح صادق سے لے کر آفتاب نکلنے تک۔
ظہر کے فرض۔ چار رکعت۔ سورج ڈھلنے کے بعد سے عصر کے وقت تک

لہ وصیت کے پورے الفاظ یہ ہیں الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز۔ نماز اور غلام باندیوں کے حقوق مطلب یہ کہ حقوق اللہ کے سلسلہ میں سب سے مقدم نماز ہے اور حقوق عباد کے سلسلہ میں سب سے مقدم وہ جو تمہارے ماتحت ہیں (واللہ اعلم) ۲ہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من ترک الصّلوٰۃ متعمدا فقد کفر۔ یعنی جو شخص یہ طے کرلے کہ وہ نماز نہیں پڑھا کرے گا وہ کافر ہے۔ کچھ علماء نے اس حدیث شریف کا مطلب یہ لیا ہے کہ جو قصدًا نماز چھوڑ دے وہ کافر ہے۔

عصر کے فرض۔ چار رکعت۔ سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ جب دو مثل ہو جائے۔ اُس وقت سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک۔
مغرب کے فرض۔ تین رکعت۔ غروب آفتاب سے شروع ہو کر غروب شفق تک۔
عشاء کے فرض۔ چار رکعت۔ غروب شفق سے لے کر صبح صادق تک۔

(۳) تشریحات (صبح صادق) وہ روشنی جو پورب کی طرف آسمان کے کنارے پر پھیلی ہوئی نظر آئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سورج نکلنے سے تخمیناً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مشرق (پورب) کی طرف آسمان کے کنارے پر ایک سفیدی ظاہر ہوتی ہے وہ سفیدی زمین کی طرف سے اُٹھ کر اُوپر کی طرف ایک ستون کی شکل میں بلند ہوتی ہے اُسے صبح کاذب کہتے ہیں (یعنی جھوٹی صبح) تھوڑی سی دیر رہ کر یہ سفیدی غائب ہو جاتی ہے۔
اس کے بعد دوسری سفیدی ظاہر ہوتی ہے جو مشرق کی طرف سے دائیں بائیں جانب کو پھیلتی ہوئی اُٹھتی ہے۔ یعنی آسمان کے مشرقی کنارہ پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ صرف اُوپر کی طرف لمبی لمبی نہیں ہوتی۔ اُسے صبح صادق کہتے ہیں۔ اسی صبح صادق کے نکلنے سے نماز فجر کا وقت شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔ جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ بھی نکل آیا تو نماز فجر کا وقت جاتا رہا۔

سایۂ اصلی ٹھیک دوپہر کے وقت جب آفتاب بیچ آسمان میں ہو تو اُس وقت کسی چیز کا جو سایہ ہوتا ہے اُسے سایۂ اصلی کہتے ہیں یہ گرمیوں میں کم ہوتا ہے اور سردیوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

مِثل سایۂ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اُس کی برابر ہوجائے تو کہا جائے گا کہ سایہ ایک مِثل ہوگیا۔ اور جب سایۂ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دوچند ہوجائے تو کہا جائے گا کہ سایہ دو مثل ہوگیا۔ مختصر یہ کہ ایک مثل یا دو مثل میں اُس کا اعتبار کیا جائے گا جو سایۂ اصلی کے علاوہ ہو۔

شفق وہ سُرخی یا سپیدی۔ جو آفتاب چھپنے کے بعد مغرب (پچھم) کی طرف آسمان پر نظر آئے۔

آفتاب چھپنے کے بعد تھوڑی دیر تک پچھم کی طرف آسمان پر سُرخی رہتی ہے اُسے شفق احمر (یعنی سُرخ شفق) کہتے ہیں، پھر سُرخی غائب ہوجاتی ہے اور سپیدی باقی رہتی ہے اُسے شفق ابیض (یعنی سفید شفق) کہتے ہیں۔ پھر یہ سپیدی بھی غائب ہوجاتی ہے اور تمام آسمان یکساں نظر آتا ہے۔ اس "شفق ابیض" کے غائب ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔

عصر کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ لیکن جب آفتاب بہت نیچا ہوجائے اور دھوپ کمزور اور پیلی پیلی ہوجائے تو اُس وقت نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اس سے پہلے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیئے۔

مستحب اور مکروہ اوقات

فجر کا مستحب وقت جب اُجالا ہو جائے اور آفتاب نکلنے میں اتنا وقت رہ جائے کہ سنّت کے موافق اچھی طرح نماز ادا کی جائے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر یہ نماز کسی وجہ سے دُرست نہ ہوئی تو سُورج نکلنے سے پہلے دوبارہ سنّت کے موافق نماز پڑھی جاسکے۔ تو ایسے وقت صبح کی نماز پڑھنا افضل[۱] ہے۔

ظہر کا مستحب وقت گرمی کے موسم میں اتنی تاخیر کر کے پڑھنا کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے اور جاڑوں کے موسم میں اوّل وقت پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ظہر کی نماز بہر حال ایک مثل کے اندر پڑھ لی جائے۔

عصر کا مستحب وقت جب تک آفتاب میں زردی نہ آجائے۔ عصر کا مستحب وقت ہے اس کے بعد مکروہ ہو جاتا ہے

مغرب کا مستحب وقت اوّل وقت مستحب ہے اور بلا عذر دیر کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

عشاء کا مستحب وقت ایک تہائی رات تک مستحب ہے۔ اس کے بعد آدھی رات تک مباح ہے اس کے بعد مکروہ ہو جاتا ہے۔

---

[۱] یعنی طلوعِ آفتاب سے تقریباً بیس منٹ پہلے۔

وِتر

وتر کے معنی طاق ہیں اور وتر اُن تین رکعتوں کو کہا جاتا ہے جو نمازِ عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

ترکیب وتر میں خاص بات یہ ہوتی ہے کہ تیسری رکعت میں سُورۂ فاتحہ اور قرأت کے بعد اَللہُ اَکْبَر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے جاتے ہیں، پھر دونوں ہاتھ باندھ کر دُعاءِ قنوت پڑھی جاتی ہے اُس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع کیا جاتا ہے۔

وقت نمازِ وتر کا وقت وہی ہے جو نمازِ عشاء کا ہے۔ لیکن وتر کی نماز عشاء کی نماز سے پہلے جائز نہیں ہوتی۔ گویا عشاء کی نماز کے بعد اُس کا وقت ہوتا ہے۔

مستحب وقت اگر کسی کو اپنے اوپر بھروسہ ہو کہ وہ آخیر رات میں ضرور جاگ جائے گا تو اُس کے لئے آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن اگر جاگنے کا بھروسہ نہ ہو تو سونے سے پہلے وتر پڑھ لینا چاہیئے۔

اَوقاتِ ممنوعہ

تین وقت ایسے ہیں کہ اُن میں کوئی نماز جائز نہیں۔ اُن کو اوقاتِ ممنوعہ کہا جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) آفتاب نکلنے کا وقت (۲) استوار آفتاب کا وقت یعنی ٹھیک دوپہر کا وقت جب آفتاب بیچ آسمان میں ہو (۳) آفتاب غروب ہونے کا وقت لیکن اگر عصر کی نماز ابھی تک نہیں پڑھی تھی، وہ آفتاب غروب ہونے کے وقت پڑھ رہا ہے تو نماز ہوجائے گی مگر کراہت کے ساتھ ہوگی۔

سُنّتیں اور اُن کے اَوقات

صُبح | صبح کے فرضوں سے پہلے دو رکعت

ظہر | ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت۔ اور فرضوں کے بعد دو رکعت۔

مغرب | نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت

عشاء | نمازِ عشار کے بعد وتروں سے پہلے دو رکعت۔ یہ کُل بارہ رکعت ہوئیں۔ ان کو سُنَنِ رواتب کہاجاتا ہے۔ ان میں سے صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت سنّتِ مؤکّدہ ہیں۔ ظہر کی سنتوں کے متعلق بھی حدیثوں میں تاکید آئی ہے۔

نوافل اور اُن کے اوقات

نفل نمازیں بہت ہیں اُن میں سے چند کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے

اشراق | آفتاب جب کچھ بلند ہوجائے ایسا کہ درختوں کی چوٹیوں اور اونچے مکانوں پر دھوپ آجائے تو کم از کم دو رکعت ورنہ چار

رکعت نفل پڑھی جائیں۔ یہ "اشراق" کی نفلیں کہلاتی ہیں۔

ضحیٰ یا چاشت | تقریباً گیارہ بجے دن کو یعنی استوارِ آفتاب سے کچھ پہلے چار رکعت ورنہ آٹھ رکعت پڑھی جائیں۔ یہ ضحیٰ یعنی چاشت کی نفلیں کہلاتی ہیں۔

ظہر کی نفلیں | ظہر کے فرضوں کے بعد دو سُنتیں پڑھی جاتی ہیں اُن کے بعد دو نفلیں اور پڑھ لی جائیں۔

عصر کی نفلیں | عصر سے پہلے چار رکعت ورنہ دو رکعت مستحب ہیں۔

مغرب | نمازِ مغرب کے بعد دو سُنتیں پڑھ کر چھ نفلیں اور پڑھ لی جائیں اُن کا بہت ثواب ہے۔

عشاء | عشاء کی نماز کے بعد دو کے بجائے چار رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

تہجّد | آخر شب میں کم از کم چار رکعت پڑھی جائیں۔ یہ تہجّد کی نفلیں کہلاتی ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بارہ رکعت تک تہجّد کی نفلیں پڑھی ہیں۔

تحیۃُ الوضو | جب وضو کرو دو رکعت نماز نفل "تحیۃ الوضو" پڑھ لو۔ تحیۃ کے معنیٰ ہیں ادب اور تعظیم۔ یہ گویا وضو کا ادب ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ لو۔

تحیۃُ المسجد | جب مسجد میں جاؤ اگر نفلوں کا وقت ہو تو تحیۃ المسجد کی نیت

سے دو رکعت پڑھ لو۔[1]

مکروہ وقت

جب چاہیں نفل نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مگر چند وقت ایسے ہیں کہ اُن میں نفل نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

(۱) اوقاتِ ممنوعہ جن کا ذکر اوپر گذرا۔ یعنی آفتاب نکلتے، استوار آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت۔

(۲) صبح صادق سے لے کر آفتاب نکلنے کے وقت تک۔ اور

(۳) نمازِ عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک نفلیں پڑھنا مکروہ ہیں۔

اِسی طرح مغرب کی نماز سے پہلے۔ فرضوں کی جماعت کھڑے ہونے کے بعد اور جب فرض نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہو۔ یا جب پیشاب یا پاخانہ کا تقاضہ ہو۔ یا بھوک زیادہ لگ رہی ہو۔ اِن اوقات میں بھی نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

---

[1] مسجد میں پہنچکر اگر فوراً ہی سنتیں شروع کر دیں۔ مثلاً جمعہ کی نماز کے لئے گئے اور جامع مسجد میں پہنچکر فوراً ہی جمعہ سے پہلے کی سنتیں شروع کر دیں تو یہ سنتیں ہی تحیۃ المسجد ہوں گی۔ لیکن اگر بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا اور سنتیں پڑھیں تو تحیۃ المسجد نہ ہوں گی۔ یعنی تحیۃ المسجد اس وقت تک ہے جب تک مسجد میں جا کر بیٹھے نہیں۔

نماز کے فرض واجب سُنّتیں اور مُستحبات

نماز پڑھنے کا طریقہ تم تیسرے حصّہ میں پڑھ چکے ہو۔ اب یہ بتایا جائے گا کہ جو کچھ نماز پڑھنے کے وقت کیا جاتا ہے اُس میں فرض کیا ہے اور واجب کیا۔ سنّتیں کتنی ہیں اور کون سا کام مستحب ہے۔

نماز کے فرض نماز کے فرض دو قسم کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو نماز شروع کرنے سے پہلے یا نماز شروع کرتے وقت پُورے ہونے چاہئیں۔ اُن کو نماز کی شرطیں (شرائط نماز) کہا جاتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو نماز کے اندر ادا کیا جاتا ہے یہ "ارکانِ[1] نماز" کہلاتے ہیں۔

شرائطِ نماز نماز کی شرطیں یہ ہیں:۔
(۱) نماز کا وقت ہونا (۲) نمازی کے بدن کا نجاست حقیقی و حکمی سے پاک ہونا (۳) نمازی کے تمام کپڑوں کا پاک ہونا (۴) نماز کی جگہ کا پاک ہونا (۵) نمازی کے سَتر کا چُھپا ہوا ہونا۔ سَتر کی مقدار مرد کے لئے ناف[2] سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ اور عورت کے لئے چہرہ۔ ہاتھ کی ہتھیلیاں اور قدموں کے سوا تمام بدن ستر ہے۔ (۶) قبلہ کی

---

[1] ارکان رُکن کی جمع ہے۔ رُکن کے معنی فرض۔ ارکان کے معنی فرائض۔
[2] ناف ستر سے خارج ہے اور گھٹنے ستر میں داخل ہیں۔

طرف منھ ہونا (۷) نماز کی نیت[1] کرنا۔ مگر زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں ہیں۔ صرف اولیٰ اور بہتر ہیں۔ (۸) نماز شروع کرتے وقت تکبیر[2] تحریمہ یعنی "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہنا۔ نماز شروع کرتے وقت اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو نماز نہیں ہوگی۔

ارکان نماز جو چیزیں نماز کے اندر فرض ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) قیام[3] یعنی سیدھا کھڑا ہونا (۲) قرأت۔ یعنی قرآن مجید پڑھنا جس کی مقدار کم سے کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی

---

[1] نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں بس فرض یہ ہے کہ جو نماز پڑھ رہا ہے معین طور پر دل سے اس کے پڑھنے کا ارادہ کرے۔ فرض نماز میں خاص اس فرض کا ارادہ کرے جو پڑھنا چاہتا ہے۔ مثلاً صبح کی نماز پڑھنی ہے تو یہ ارادہ کرے کہ آج کے فجر کی نماز پڑھتا ہوں۔ اگر قضا پڑھنی ہے تو یہ ارادہ کرے کہ فلاں دن فلاں وقت کی نماز پڑھتا ہوں، اگر امام کے پیچھے ہو تو اُس کی نیت بھی ضروری ہے البتہ نفلوں میں صرف اتنی نیت کافی ہے کہ نفل نماز پڑھتا ہوں۔ سنتوں کے لئے بھی اگر صرف نفل کی نیت کرلی سنت کا لفظ ادا نہ کیا تو کافی ہے۔ اب جو کچھ ادا کر رہا ہے اس کو زبان سے بھی ادا کردے تو بہتر ہے۔ فرض یا شرط نہیں۔

[2] تکبیر۔ اللہ اکبر کہنا اور تحریم کے معنیٰ ہیں۔ حرام کرنا۔ نیت باندھتے وقت جو تکبیر کہی جاتی ہے اُسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے وہ تمام چیزیں حرام کرلی جاتی ہیں جو نماز میں ناجائز ہیں مثلاً گفتگو اور بات چیت۔ جو پہلے سے جائز تھی۔ جب آپ نے نماز کی نیت باندھ لی۔ اور اللہ اکبر کہہ لیا تو یہ جائز عمل ممنوع اور حرام ہوگیا۔

[3] فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے۔ مگر نفلوں اور سنتوں میں فرض نہیں بیٹھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ البتہ بیٹھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔

آیت ہے (۳) رکوع (۴) سجدے (۵) "قعدۂ اخیرہ" یعنی اخیر رکعت میں (التحیات) پڑھنے کی برابر بیٹھنا (۶) اپنے کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا۔

واجباتِ نماز نماز کے واجب وہ ہیں جن کا ادا کرنا نماز میں ضروری ہے اگر بھولے سے (سہواً) ان میں سے کوئی چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر سجدۂ سہو نہ کرے تو دوبارہ نماز پڑھنی واجب ہوتی ہے۔

واجباتِ نماز یہ ہیں:-

(۱) فرض نمازوں کی پہلی دو[2] رکعتوں میں اور باقی تمام نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد یعنی سورۂ فاتحہ پڑھنا (۲) سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی

---

[1] سورۂ انا اعطینا کی برابر جو آیت ہو وہ بڑی آیت کہلاتی ہے۔ چھوٹی آیت جیسے مُدْھَامَّتٰن یا جیسے سورۂ انا اعطینا کی ایک ایک آیت۔ اگر کسی کو ایک آیت بھی یاد نہ ہو وہ بجائے قرأت کے سبحان اللہ یا الحمد للہ پڑھے۔ مگر اس پر فرض ہے کہ وہ جلد از جلد کوئی ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتیں یعنی اتنی مقدار یاد کرلے جو نماز میں فرض ہے۔ اس کے ماسوا سورۂ فاتحہ کا یاد کرنا واجب ہے کیونکہ یہ نماز میں واجب ہے۔ پس جتنی مقدار نماز میں فرض ہے اُس کا یاد کرنا فرض ہے اور جتنی مقدار واجب ہے اتنی مقدار واجب ہے۔ اس سے زائد جتنا بھی یاد کرے سراسر برکت اور عبادت ہے۔ مگر فرض یا واجب نہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے الفاظ ادا کرے۔ سِرّ یعنی آہستہ پڑھنے کی صورت میں زبان سے الفاظ کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر زبان سے الفاظ نہ کہے محض خیال کرلے تو اس طرح نماز نہ ہوگی۔

[2] فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

ایک پوری سورت۔ یا ایک بڑی آیت۔ یا تین چھوٹی آیتیں۔ سنت، اور وتر کی ہر رکعت میں اور فرض کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا (۳) اگر تین یا چار رکعت والی فرض نماز ہو تو پہلی دو رکعتوں کو اسی[1] قرأت کے لئے مقرر کرنا (۴) سورۂ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا (۵) قرأت اور رکوع میں اور سجدوں وغیرہ میں ترتیب قائم رکھنا (۶) قومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا (۷) جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ جانا (۸) تعدیلِ ارکان یعنی رکوع سجدہ وغیرہ۔ اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا۔ (۹) پہلا قعدہ یعنی تین اور چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد تشہد[2] کی مقدار بیٹھنا۔ (۱۰) دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا (۱۱) امام کو نمازِ فجر مغرب۔ عشار۔ جمعہ۔ عیدین۔ تراویح۔ اور رمضان شریف کے وتروں میں آواز سے قرأت کرنا۔ اور ظہر۔ عصر وغیرہ نمازوں میں آہستہ پڑھنا[3] (۱۲) لفظ سلام کے ساتھ نماز سے علیحدہ ہونا (۱۳) وتر کی نماز کی تیسری رکعت میں تکبیر کہنا اور دعاءِ قنوت پڑھنا (۱۴) دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا۔

---

[1] جس کا ذکر نمبر ۲ میں درج ہوا [2] تشہد التحیات کا نام ہے۔ مطلب یہ کہ اتنی دیر بیٹھنا واجب ہے۔ جتنی دیر میں التحیات پڑھی جا سکے۔ [3] جس نماز میں قرأت آہستہ پڑھی جاتی ہے، اُسے سری نماز کہتے ہیں۔ جیسے ظہر اور عصر کی نماز اور جس میں قرأت زور سے پڑھی جاتی ہے اُسے جہری نماز کہتے ہیں۔ جیسے صبح۔ مغرب۔ عشاء اور جمعہ کی نماز۔

نماز کی سنّتیں جو چیزیں نماز میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن اُن کی تاکید فرض اور واجب کی برابر ثابت نہیں ہوئی اُنھیں سنّت کہتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی سنّت بھُولے سے چھوٹ جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی نہ سجدہ سہو یا گناہ لازم آتا ہے ہاں قصداً چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہوتا ہے۔

نماز کی سنّتیں یہ ہیں :-

(۱) تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے مردوں کو دونوں ہاتھ کانوں تک اور عورتوں کو کندھوں تک اُٹھانا (۲) دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں اپنے حال میں کھُلی اور قبلہ رُخ رکھنا (۳) تکبیر کہتے وقت سر کو جُھکائے بغیر سیدھا کھڑا ہونا (۴) امام کو تمام تکبیریں[۱] بقدر ضرورت بلند آواز سے کہنا۔ (۵) مَردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینہ پر ہاتھ باندھنا[۲]۔ (۶) صرف پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آخر تک پڑھنا (۷) پہلی رکعت میں ثنا کے بعد تعوّذ یعنی پُوری اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا (۸) اعوذ باللہ کے بعد اور پھر ہر رکعت کے شروع میں تسمیہ یعنی

---

[۱] یعنی تکبیر تحریمہ اور وہ تمام تکبیریں جو ایک رُکن سے دوسرے رکن کے لئے جاتے وقت کہی جاتی ہیں جن کو تکبیراتِ انتقال کہا جاتا ہے۔

[۲] ہاتھ رکھنے کی صُورت مَردوں کے لئے یہ ہے کہ دہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھے اس صُورت سے کہ پہنچے پر داہنے انگوٹھے اور کن اُنگلی یعنی سب سے چھوٹی اُنگلی کا حلقہ کرلے اور باقی اُنگلیاں پہنچے پر دراز کرے۔ عورت حلقہ کئے بغیر دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لے۔

بسم اللہ پڑھنا (۹) فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سُورۂ فاتحہ پڑھنا (۱۰) سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا (۱۱) سنّت کے موافق قرأت کرنا۔ یعنی جس نماز میں جس قدر قرآن مجید پڑھنا سنّت ہے، اُس کے موافق پڑھنا (۱۲) رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا (۱۳) رکوع میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنا۔(۱۴) رکوع میں کمر پھیلا کر سر اور پیٹھ کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا (۱۵) رکوع میں دونوں ہاتھوں کی کھُلی اُنگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا اور پنڈلیوں کو سیدھا کھڑا رکھنا۔ (۱۶) قومہ یعنی رکوع سے کھڑے ہوتے وقت امام کو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور مقتدی کو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور اکیلے نمازی کو دونوں کہنا اور اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونا (۱۷) سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر پیشانی زمین پر رکھنا اور اُٹھتے وقت پہلے پیشانی پھر ہاتھ پھر گھٹنے اُٹھانا (۱۸) سجدے میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا۔ (۱۹) چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں رکھنا اور رانوں کو پیٹ سے اور کہنیوں کو پسلیوں سے اور کلائیوں کو زمین سے جُدا رکھنا اور عورتوں کے لئے اِن سب کو ملا دینا مسنون ہے۔ (۲۰) سجدہ میں جاتے وقت اور

لہ قرأت کی مسنون مقدار یہ ہے کہ نماز صبح میں سورۂ حجرات سے لے کر سُورۂ بروج تک کی کوئی سُورت ہر رکعت میں پڑھی جائے۔ ظہر، عصر، اور عشاء میں سُورہ بروج سے لے کر سورۂ لَمْ یَکُنْ تک اور مغرب میں سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ سے لیکر آخر تک کوئی سُورت پڑھی جائے۔

سجدہ سے سر اُٹھاتے وقت اللہ اکبر کہنا (۲۱) جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھنا اور سیدھے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اُس کی اُنگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا اور عورتوں کو دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بیٹھنا (۲۲) التحیات پڑھتے ہوئے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔ (۲۳) التحیات کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت "اللہ اکبر" کہنا۔ (۲۴) قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا (۲۵) درود شریف کے بعد دُعا پڑھنا (۲۶) پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا (۲۷) سلام کے لئے یہ الفاظ ادا کرنا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ

مستحبات نماز یہ ہیں:- (۱) تکبیر تحریمہ کہتے وقت آستینوں سے دونوں ہتھیلیاں نکال لینا۔

(۲) رکوع اور سجدے میں اکیلے نمازی کو تین دفعہ سے زیادہ تسبیح کہنا۔

(۳) قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر، رکوع میں پاؤں کی پیٹھ پر جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود پر اور سلام پھیرتے وقت اپنے مونڈھوں پر نظر رکھنا۔

(۴) کھانسی کو طاقت بھر روکنا۔

(۵) جمائی آئے تو منہ بند رکھنا اور کھل جائے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ بند کرنا۔

جماعت اور جمعہ

اِنسان وہ ہے جس کی طبیعت میں شہریت ہو، جو مِل جُل کر رہے وہ دوسروں سے مانوس ہو۔ دوسرے اس سے مانوس ہوں۔

اِنسان اُنس سے بنا ہے[1]۔ اُنس۔ محبت، ملاپ اور پریم کو کہتے ہیں، محبت اور اُنسیت وہ جوہر ہے جس نے اِنسان اور وحشی جانوروں میں فرق پیدا کیا[2]۔ یہی جوہر ہے جس نے دُنیا کے ویرانوں کو آباد کیا جنگلوں کو گلشن بنایا اور زمین کی اونچی نیچی پیٹھ پر بڑے بڑے پُر رونق شہر آباد کئے۔

اسلام دینِ فطرت[3] ہے۔ وہ انسان کے پاک جوہروں کی پرورش

---

[1] لفظ انسان کا مادہ اُنس ہے۔ اُنس اُردو میں بھی عام طور پر بولا جاتا ہے۔

[2] کیونکہ انسان اپنے فطری تقاضے یعنی اُنسیت اور محبت کی بنا پر اپنے بیوی بچوں اور دوست احباب سے مل کر رہنا چاہتا ہے۔ اگر ان سے اس کو الگ کر دیا جائے تو وہ اس کو موت کی برابر سزا سمجھتا ہے چنانچہ قید اور عبور دریائے شور کو اسی لئے سزا مانا جاتا ہے کہ اس سزا کے زمانہ میں انسان اپنے اعزا اور احباب سے نہیں مل سکتا۔ بہرحال انسیت کا تقاضا یہ ہے کہ مل کر رہیں۔ مل کر رہنے کی شکل یہ ہوتی ہے کہ پاس پاس مکان بنوائے جاتے ہیں اور یہیں سے آبادی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے

[3] یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دین فطرت ہے مگر دین فطرت کے یہ معنی نہیں کہ جو ہمارا جی چاہے ہم اُس کو مذہب اسلام سمجھنے لگیں یا جو ہماری عقل میں آئے ہم کہنے لگیں کہ یہی دین ہے۔ ہماری عقل کا بھروسہ کیا۔ آج کچھ اچھا معلوم ہوتا ہے کل کو اُس کی خرابیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ بلکہ دینِ فطرت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام نے جو تعلیم دی ہے وہ انسانی فطرت کے اچھے جوہروں کو بڑھاتی ہے اور اُن کو ان کاموں میں لگاتی ہے جو دین اور دنیا کی بھلائی اور ترقی کا ذریعہ ہوں۔

کرتا ہے۔ اُس کو بڑھاتا اور ترقی دیتا ہے۔

اِسلام نے اس پاک جوہر کی یہاں تک قدر کی کہ یادِ خدا اور عبادت کے ساتھ بھی اس کا جوڑ لگا دیا۔

عبادت تنہائی کو چاہتی ہے۔ لیکن اسلام نے میل جول اور اجتماع کا پیوند عبادت سے کچھ اس طرح مِلا دیا کہ عبادت اور جماعت میں دامن چولی کا ساتھ ہوگیا۔ جیسے جیسے عبادت کا مرتبہ بڑھتا رہتا ہے، اُس کے لئے اجتماع ضروری ہوتا رہتا ہے۔ اور جیسے جیسے اجتماع بڑھتا رہتا ہے عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

مُلاحظہ کیجئے ـــــ فرض نماز کا درجہ نفلوں اور سنتوں سے بڑھا ہوا ہے۔ پس نفلیں اور سنتیں تنہا تنہا[1] پڑھی جاتی ہیں۔ مگر فرضوں کے لئے یہ حکم ہے کہ سب مِل کر پڑھیں۔ جماعت جتنی بڑی ہوگی اللہ تعالیٰ کے یہاں اِتنی ہی زیادہ محبوب[2] ہوگی۔ پھر جماعت بڑھانے کا خاص اہتمام و انتظام کیا گیا چنانچہ (۱) فرضوں کے وقت مقرر کئے گئے (۲) اور حکم ہوا کہ محلہ میں ایک[3] مسجد بنوائی جائے۔ جہاں محلہ کے تمام آدمی اکٹھے

---

[1] چنانچہ تراویح کے علاوہ نہ کسی نفل کی جماعت ہوتی ہے نہ کسی سنت کی بلکہ اگر جماعت کا اہتمام کیا جائے تو مکروہ ہے نفلوں اور سنتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ تنہا مکان میں پڑھی جائیں۔

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکثر فھو احب الی اللہ عز وجل ابو داؤد شریف باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ۔ نسائی شریف۔ [3] ایک محلہ میں ایک سے زیادہ مسجدیں سنت کے خلاف ہیں اور اگر مسجدوں کے نام سے محلہ میں تھوک بندی ہونے لگے تو بہت ہی بُرا ہے۔

ہو کر نماز پڑھیں (۳) اپنے میں سب سے اچھے آدمی کو امام بنالیں۔ جس کے پیچھے سب محلہ والے شوق سے نماز پڑھیں[1]۔ (۴) مسجد سے تعلق رکھنا اور مسجد میں بار بار جانا آنا ایمان کی علامت بتایا گیا۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے وہ قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا (۵) وقت کی اطلاع دینے اور جماعت کے واسطے بلانے کے لئے اعلان کا حکم ہوا۔ اُس اعلان کے لئے خاص خاص الفاظ مقرر کئے گئے جو اذان کے بیان میں پڑھ چکے ہو (۶) اعلان کرنے والے۔ مؤذن کے مرتبے خدا کے یہاں مقرر کئے گئے (جن کا کچھ ذکر دوسرے اور تیسرے رسالہ میں گذر چکا ہے)

جماعت میں شریک ہونے کی تاکید (۷) پھر حکم ہوا کہ جہاں جہاں تک اذان کی آواز جائے وہاں کے لوگ مسجد میں حاضر ہو کر ساتھ نماز پڑھیں۔

چنانچہ ایک صاحب نے جو نابینا تھے[2]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عذر کیا کہ اُن کو کوئی لانے والا نہیں ہے۔ اندھیری میں سانپ بچھو کا خوف رہتا ہے۔ مجھے اجازت مل جائے تو مکان پر ہی فرض ادا کر لیا کروں

---

[1] هكذا يستفاد من كتب الفقه حتى كره امامة العبد۔ وغير ذلك من الذين يستنكفون عن امامته۔ راجع هدايه والبدائع والصنائع وغيرها

[2] ان کا اسم گرامی عبداللہ ابن مکتوم تھا۔

اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ پھر فرمایا۔ کیا تم حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح سنتے ہو۔ صحابی نے عرض کیا۔ سنتا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ پھر تو آیا کرو۔[1]

ایک مرتبہ یہاں تک ارشاد فرمایا کہ جو بلا عذر جماعت میں شامل نہ ہو اُس کی نماز ہی نہیں۔[2]

حضرت ابو درداء ایک صحابی ہیں اُن کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جس گاؤں یا بستی میں تین آدمی ہوں اگر وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو اُن پر شیطان چھا جاتا ہے۔"

پس دیکھو جماعت کی پابندی کرو۔ دیکھو بھیڑیا اُسی بکری کو پکڑتا

---

[1] مطلب یہ ہے کہ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں یہی الفاظ ہیں۔ اس موقع پر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کا لفظ ادا فرما کر بہت ہی فصیح و بلیغ انداز میں جوش دلایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مومن کے لئے کسی صورت سے زیبا نہیں کہ اس کو نماز اور فلاح کے لئے بُلایا جائے اور وہ اس دعوت پر لبیک کہتا ہوا حاضر نہ ہو، باقی یہ حکم استحبابی ہے۔ یعنی بہتر یہی ہے کہ مسجد میں آکر ستائیس گنا ثواب حاصل کریں لیکن اگر ایسا معذور مسجد میں نہ حاضر ہو سکے اور گھر پر نماز پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے اس کو جماعت چھوڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔

[2] مسلم شریف، ابو داؤد شریف۔ نسائی شریف وغیرہ [3] دارقطنی بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ دریافت کیا گیا عذر کیا ہو؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرض یا خوف۔ واللہ اعلم۔

ہے جو گلہ سے الگ [1] ہو۔

(۸) جماعت چھوڑنے پر یہاں تک تنبیہہ فرمائی گئی کہ ایک مرتبہ ارشاد ہوا دل چاہتا ہے کہ اُن لوگوں کے مکانوں کو آگ لگا دوں جو جماعت میں نہیں آتے۔ [2]

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :۔

جماعت کی حاضری میں وہی سستی کیا کرتے تھے جن کو سب جانتے تھے کہ منافق [3] ہیں۔ سچے مسلمانوں کی حالت تو یہ تھی کہ اگر وہ بیمار پڑ جاتے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتے تو ساتھیوں کے مونڈھوں پر سہارا دے کر مسجد میں حاضر ہوتے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے [4]

---

[1] ابوداؤد شریف۔ نسائی شریف وغیرہ۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ید اللہ علی الجماعۃ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ بس ضروری ہے کہ جماعت کے ساتھ رہیں۔ جماعت سے نماز پڑھیں اور جماعتی زندگی اختیار کریں۔

[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے۔ جس کو امام مسلم ترمذی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔ پوری روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ میں سوختہ کے گٹھر جمع کراؤں پھر اذان کہلواؤں اور جب جماعت کا وقت ہو تو کسی کو امام بنا کر خود اپنے ساتھ کچھ نوجوانوں کو لوں اور اُن کے مکانوں پر جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور اُن کے مکانوں کو آگ لگا دوں اگر اُن کے معصوم بچوں اور بے قصور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ایسا کر گذرتا۔

[3] منافق وہ جس کے دل میں ایمان نہ ہو محض زبان سے اقرار کر لے [4] مسلم شریف۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے راستے اور کامیابی کے طریقے بتائے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پابندی کے ساتھ اُس مسجد میں حاضر ہوں جہاں اذان دی گئی ہے[1] اور جماعت میں شریک ہوں۔ اگر ہم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو ہم گمراہ ہو جائیں گے۔"

مسجد میں آنیوالوں کا ثواب

اِس کے برخلاف مسجد میں آنے والوں اور جماعت میں شریک ہونے والوں کے درجے بیان کئے گئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مکان پر اچھی طرح سنت کے مطابق وضو کرنے پھر مسجد کی طرف روانہ ہو تو ہر ایک قدم پر اُس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھی جائیگی ایک گناہ معاف ہوگا اور ایک درجہ بلند ہوگا۔

نمازِ جماعت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
"تنہا نماز کے مقابلہ میں جماعت کی نماز ستائیس گنا افضل ہوتی ہے[2]"

---

[1] مسلم شریف، یہ بات خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ اذان اس جماعت کے لئے دی جاتی ہے اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اُس نماز کے لئے پکارا جاتا ہے جو امام کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہذا ستائیس گنا ثواب اور جو فضائل بیان فرمائے گئے ہیں وہ اسی جماعت کے ہیں جو امام مسجد کے ساتھ پہلی مرتبہ پڑھ لی گئی اب مکان میں اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جا رہی ہے تو اذان کی تعمیل نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر مسجد میں بعد میں پہنچے اور دوسری جماعت کرلی تو وہ بھی دل بہلانے کی چیز ہے۔ اصل جماعت تو وہی تھی جو پہلے ہو چکی ہے۔ [2] مسلم شریف۔

صف اوّل مسجد میں پہلے پہنچنے اور صف اوّل میں داخل ہونے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

پہلی صف گویا فرشتوں کی صف ہے جو حضرت حق جل مجدہٗ کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑی ہے۔ [1]

پہلی صف پر خداوندِ عالم کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور فرشتے خاص طور پر اُن کے لئے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں۔

ارشاد ہوا صف کو سیدھی رکھو ورنہ تمہارے اندر پھوٹ پڑجائے گی۔

فوائد و فضائل اِن تمام باتوں سے (جو مختصر طور پر بیان کی گئی ہیں) اندازہ لگاؤ کہ جماعت کی کتنی تاکید ہے اور شریعت نے اس کو کتنا ضروری فرمایا ہے۔ کیونکہ

(۱) جماعت سے آپس میں اُنس پیدا ہوتا ہے جو انسانیت کا جوہر ہے۔

(۲) جماعت سے مسلمانوں کا نظم قائم ہوتا ہے۔

(۳) جماعت سے مسلمانوں کی شان بڑھتی ہے۔

(۴) جماعت سے ایک دوسرے کے علم میں ترقی ہوتی ہے۔

(۵) جماعت سے نماز کا رواج بڑھتا ہے۔

(۶) جماعت سے مذہب کی اشاعت ہوتی ہے۔

(۷) جماعت میں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ اُن کے صدقہ میں بُروں کی

---

[1] ابوداؤد شریف نسائی شریف وغیرہ [2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللہَ وملٰئکتہ یصلّون علی الصف الاوّل۔ مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔

دُعائیں بھی قبول ہو جاتی ہیں۔

(۸) جماعت پر خدا کی خاص مہربانی ہوتی ہے۔

(۹) جماعت کا ثواب تنہا نماز سے ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے۔

جمعہ

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

جمعہ کا دن سب سے افضل دن ہے۔ اسی روز حضرت آدم علیہ السّلام پیدا ہوئے۔ اسی روز جنّت میں داخل کئے گئے اور اسی روز جنّت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے۔[۱] اسی روز حضرت آدم علیہ السّلام کی وفات ہوئی۔ اسی روز قیامت[۲] آئے گی۔

جمعہ کے دن ایک وقت ایسا آتا ہے جو قبولیت کا وقت ہوتا ہے اس میں جو اچھی دُعا بھی کی جائے گی وہ قبول ہوگی۔ [۳]

جمعہ کے دن جنّت میں میلہ لگا کرے گا۔ [۴]

جمعہ کے دن اللہ ربّ العزّت کا دربارِ عام سجایا جایا کرے گا۔[۵] اِس دربارِ عام میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا کرے گا۔

غرض اس دن کی بہت کچھ فضیلتیں ہیں۔ بس دیکھو جیسے یہ دن ہفتہ میں سب سے افضل دن ہے۔ ایسے ہی یہ حکم بھی ہوا کہ اس دن اجتماع سب سے زیادہ ہو۔ سارے شہر کے آدمی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں

---

[۱] جن کی آمد سے یہ دنیا آباد ہوئی۔ [۲] گویا نوعِ انسان کا آغاز بھی اسی دن ہوا اور انجام بھی اسی دن ہوگا جس کے بعد وہ آخرت کی نعمتوں سے مالا مال ہوگا اور ایک نئے عالم میں قدم رکھے گا
[۳] صحاح [۴] مسلم شریف [۵] ترمذی شریف و ابن ماجہ شریف۔

صبح سویرے سے لوگ نمازِ جمعہ کی تیاری شروع کر دیں اور پھر جتنی جلد بھی ہو سکے جامع مسجد پہنچ جائیں۔[1]

سارے شہر کا منتخب آدمی اُن کا امام بنے۔ وہ اُن کو جمعہ کی نماز پڑھائے اور نمازِ جمعہ سے پہلے اُن کے سامنے خطبہ پڑھے۔ جس میں اللہ کی تعریف کرے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام کا ذکرِ خیر کرے۔ مسلمانوں کو قرآن اور حدیث کی باتیں سنائے۔ اُن کے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کرے۔

نمازِ جمعہ فرض نمازوں میں سب سے افضل نماز ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بشارت دی کہ جو شخص جمعہ کی نماز ٹھیک طرح ادا کرے تو پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

پس دیکھو جیسے یہ نماز سب سے افضل ہے۔ ایسے ہی اس کے لئے اجتماع بھی سب سے زیادہ ضروری قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ ایسی بستیوں میں جہاں بڑا اجتماع نہ ہو سکے، جمعہ کی نماز بھی درست نہیں۔

ایسے ہی اگر جماعت میسّر نہ آئے تو یہ نہیں کہ تم جمعہ کی نماز الگ پڑھ سکو، بلکہ اگر جماعت نہیں ملی تو اب تمہیں ظہر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھنی پڑے گی۔

نمازِ جمعہ اور جماعت کی پوری تفصیل انشاء اللہ پانچویں درجہ کی کتاب میں پڑھو گے۔

---

[1] صحابۂ کرام کے زمانہ میں حالت یہ ہوتی تھی کہ جس طرح عید کے روز تمام راستے بھر جاتے تھے ایسے ہی جمعہ کے دن صبح سویرے سے جامع مسجد جانے والوں کا تانتا بندھ جاتا تھا۔ پھر سب سے پہلے یہی بدعت پیدا ہوئی کہ لوگوں نے صبح سویرے جامع مسجد جانا چھوڑ دیا۔ (احیاء العلوم ج ... فضائل جمعہ)

یہاں چند اصطلاحی الفاظ یاد کرلو۔ امام کا نام تو تم بار بار پڑھ چکے ہو، جو نماز پڑھائے اس کو امام کہا جاتا ہے۔ پیچھے نماز پڑھنے والے کو مقتدی کہا جاتا ہے۔ آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھانے کو امامت کہتے ہیں اور پیچھے نماز پڑھنے کو اقتدار کہتے ہیں۔ جو بیچ میں آکر نماز میں شامل ہوا اس کو مسبوق کہتے ہیں اور جو تنہا نماز پڑھے اس کو منفرد کہتے ہیں۔

سوالات

(۱) اُنس کے معنیٰ کیا ہیں اور لفظ انسان کا مادّہ کیا ہے۔
(۲) وہ جوہر بتاؤ جو انسان کو وحشی جانوروں سے ممتاز کرتا ہے۔
(۳) اسلام نے انسانی فطرت کے اس جوہر کی قدر کیوں بڑھائی ہے۔
(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو شخص جماعت میں پابندی سے حاضر نہیں ہوتا تھا اُس کو کیا سمجھا جاتا تھا۔
(۵) منافق کس کو کہتے ہیں۔
(۶) صفِ اوّل کے فضائل بیان کرو۔
(۷) تم نے پہلے رسالہ میں مؤذن کے کیا فضائل پڑھے ہیں۔
(۸) نفلوں یا سنّتوں کی جماعت ہوتی ہے یا نہیں۔
(۹) تراویح کے علاوہ باقی سنّتوں یا نفلوں کے لئے جماعت کا اہتمام کرنا کیسا ہے۔
(۱۰) جمعہ کے فضائل بیان کرو۔
(۱۱) جمعہ کی جماعت کہاں ہوتی ہے۔
(۱۲) ایک محلّہ میں ایک سے زیادہ مسجدیں بنوانا کیسا ہے۔
(۱۳) جماعت کی خوبیاں بتاؤ۔

تمام شد رسالہ نمبر ۷